JUNE 2022
سلسلہ اشاعت نمبر 336
Regd. # MC-1177

حُدودِ اسلامیہ پر وارد شبہات کے
عقلی و الزامی جوابات پر مشتمل رسالہ

العقوبات الإسلامية
وعقدة التناقض بينها وبين ما يسمى بطبيعة العصر الحديث

ترجمہ بنام

اسلامی سزائیں اور دورِ جدید کی مشکلات

مصنّف
شیخ سعید رمضان بوطی
(متوفی: ۱۴۳۴ھ)

ترجمہ، تخریج و تقدیم
شاہزیب راجپر
(ایم فل اسکالر، وزٹنگ فیکلٹی ممبر، جامعہ کراچی)

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

حدود اسلامیہ پر وارد شبہات کے
عقلی والزامی جوابات پر مشتمل رسالہ

اَلْعُقُوْبَاتُ الْإِسْلَامِيَّةُ
وَعُقْدَةُ التَّنَاقُضِ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَا يُسَمَّى بِطَبِيعَةِ الْعَصْرِ الْحَدِيْثِ

ترجمہ بنام

اسلامی سزائیں اور دورِ جدید کی مشکلات

مصنف
شیخ سعید رمضان بوطی
(متوفی: ١٤٣٤ھ)

ترجمہ، تخریج و تقدیم
شاہزیب راجپر
(ایم فل اسکالر، وزٹنگ فیکلٹی ممبر، جامعہ کراچی)

کتاب	:	العقوبات الإسلامية وعقدة التناقض بينها وبين مايسمى بطبيعة العصر الحديث
		ترجمہ بنام اسلامی سزائیں اور دورِ جدید کی مشکلات
تصنیف	:	شیخ سعید رمضان بوطی
ترجمہ، تخریج، تقدیم		شاہزیب راجپر
		(ایم فل اسکالر، وزٹنگ فیکلٹی میمبر، جامعہ کراچی)
اشاعت	:	ذیعقدہ ۱۴۴۳ھ / جون 2022ء
تعداد	:	4500
ناشر	:	جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
		نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی
		فون:021-32439799
خوشخبری	:	یہ رسالہ www.ishaateislam.net پر موجود ہے

فہرست

انتساب

میں اپنی اس کوشش کو اپنے مرحوم والد ڈاکٹر غلام شبیر بن محمد پناہ راجپر (وفات: ۵ اپریل ۲۰۱۵ء - ۱۷ جمادی الآخرۃ ۱۴۳۶ھ) کے نام کرتا ہوں، جنہوں نے میری سوچوں کو مثبت اور درست سمت عطا کی اور حقیقی کامیابی کی منزل کا سفر شروع کروانے میں فکری اور مالی مدد کی۔

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ سب کا خالق ومالک ہے۔ دینِ اسلام اُس کا عطا کردہ ضابطۂ حیات ہے ۔چنانچہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران: ۱۹/۳)

ترجمہ: بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (کنز الایمان)

جب وہ ہمارا خالق ہے، ہمارا مالک ہے تو وہی بہتر جانتا ہے مخلوق کے ظاہر و باطن کو، اُس کی اچھائی اور بُرائی کو، نفع ونقصان کو۔ اسی لئے خود ارشاد فرمایا: اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ ھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (الملک: ۶۷/ ۱۴)

ترجمہ: کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبر دار۔ (کنز الایمان)

اس لئے یہ بات لازم اور ضروری ہو گئی کہ خالقِ کائنات کے عطا کردہ اُصولوں پر زندگی گزاری جائے اور اس کے بیان کردہ قوانین کو نافذ کیا جائے کیونکہ اس میں دنیا اور آخرت کی فلاح وکامرانی کی ضمانت ہے اور قصاص جو کہ ایک سخت اور بڑی سزا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ: ۲/ ۷۹)

ترجمہ: اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقلمندو کہ تم کہیں بچو۔ (کنز الایمان)

اسلام میں دو قسم کی سزائیں دی جاتی ہیں ایک وہ جسے "حد" کہا جاتا ہے اور اصطلاحِ شرع میں "حد" اس معین سزا کو کہا جاتا ہے کہ جس کا نفاذ حقوقِ الٰہیہ میں سے ہے اگرچہ تعزیر کا نفاذ بھی حقوقِ الٰہیہ سے ہے مگر اس میں سزا کی مقدار معین نہیں ہوتی اور عرصہ در عرصہ اسلام دشمن عناصر اسلامی سزاؤں کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہے، پھر انہوں نے مسلمانوں میں سے ایسے افراد کو چُنا جو اُن کے حصے کا کام کرنے کو

تیار ہو گئے انہوں نے تقریراً، تحریراً اسلامی سزاؤں کے خلاف بولنا شروع کیا، انہوں نے ظاہر ظہور انکار کے بجائے ان سزاؤں کے خلاف عوام المسلمین کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کر کے انہیں ناقابلِ عمل قرار دینے کی کوششیں شروع کر دیں کبھی تو یہ کہا کہ اسلام نے مسلمانوں کی پردہ پوشی کی ہدایت کی ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: **وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ**. (صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، برقم:۲۶۰۹۹، ص۱۲۹۴، مطبوعۃ: دارالأرقم، بیروت)

یعنی، جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیاوآخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

اور دوسری طرح حد جاری کرنے کا سختی سے حکم فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ . (النّور:۲۴/ ۲)

ترجمہ: اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے۔(کنزالایمان)

پھر کہتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرانے میں حد جاری کرنا ثبوت پر موقوف ہے اور ثبوت اقرار یا شہادت سے ہوتا ہے اور گواہی جس کے بھی خلاف ہو گی اس کی پردہ دری ہو گی حالانکہ یہ نادان لوگ نہیں جانتے کہ ستر (پردہ پوشی) اور شہادت دونوں کا محمل الگ الگ ہے کہ اگر کوئی شخص شیطان مردود کے بہکاوے میں آکر ایک آدھ بار ہلاکت کے گڑھے میں گر جائے تو اس سے در گزر کیا جائے۔ اس کی مثال یہ ہے جب ہزال نے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا تھا کہ وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے جرم کا اعتراف کرلیں تو حضور ﷺ نے ہزال کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا: **لَوْ سَتَرْتَهُ بِثَوْبِكَ كَانَ خَيْرًا لَكَ**. (سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی الستر علی أھل الحدود، برقم: ۴۳۷۷، ۴/ ۱۸۷۲، مطبوعۃ: دارالحدیث القاھرۃ)

یعنی، اگر تو اس کی پردہ پوشی کرتا تو یہ بہتر تھا۔

لیکن اگر کوئی شخص اس فعل بد کو اپنا مشغلہ بنالے جس سے معاشرے کے دیگر افراد کے برباد ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے تو اس کے خلاف شہادت دینا واجب

ہو جاتا ہے۔

اور وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سزائیں غیر انسانی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ان بُرائیوں کی قباحتوں پر غور نہیں کرتے اگر یہ لوگ ان جرائم سے پیدا ہونے والی قباحتوں پر غور کرلیں تو کبھی بھی ان سزاؤں کو ظالمانہ قرار دینے کی جسارت نہ کریں۔ جرائم کے عادی لوگ معاشرے کی بیماری ہیں جو صحت مند افراد کو بیمار کرنے کا سبب بنیں گے اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: الْمُؤْمِنُوْن كَرَجُلٍ وَاحِدٍ وفی روایة، الْمُسْلِمُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ. (صحیح مسلم، کتاب البر والصفه، باب تراحم المؤمنین، برقم: ۲۵۸۶، ص ۲۴۷، مطبوعة: دارارقم، بیروت)

یعنی، تمام مسلمان ایک شخص کی مثل ہیں۔

اب اسے یوں سمجھیں کہ معاشرے کا ایک فرد مجرم بنا تو معاشرے کا ایک عضو ناکارہ ہو گیا اور اس عضو کے خراب ہونے سے دیگر اعضاء کے خراب ہونے کا خطرہ پیدا ہوا تو عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اس ایک عضو کو کاٹ کر پورے جسم کو خراب ہونے سے محفوظ کیا جائے۔

اور یہ کہنا کہ اس جرم کی سزا یہ ہونی چاہیے اور یہ نہیں ہونی چاہیے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ یہ ہمارا منصب نہیں ہے بلکہ جس ذات کا جرم کیا ہے سزا مقرر کرنے کا اختیار بھی اُسی کو ہے۔ وہ مالک ہے اور ہم اس کے مملوک یا تو اپنے آپ کو اس قادرِ مطلق کی ملکیت میں شمار نہ کریں، سرے سے انکار کردیں تو دائرۂ اسلام سے خارج قرار پائیں۔ جب اُسے اپنا خالق و مالک اور حاکم مان لیا ہے یعنی کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو تو اب اس کے کسی فیصلے پر اعتراض کا حق نہیں ہے اور ان حدود کے مخاطب وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو اپنا حاکم مانتے ہیں۔

اور ہمارے صاحبِ اقتدار لوگ اگر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو نافذ نہیں کرتے تو یہ لوگ مجرم ہیں۔ انہیں تو ان حدود میں کمی بیشی کا بھی اختیار نہیں ہے چنانچہ مفسر قرآن علامہ فخر الدین رازی ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن حسینی رازی متوفی ۱۲۱۰ آیت کریمہ "وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ" کے تحت لکھتے ہیں: "والمعنی لا

تعطلوا حدود الله ولا تتركوا إقامتها للشفقة والرحمة..... وكفى برسول الله أسوة في ذلك حيث قال : لو سرقت فاطمة بنت محمد لقطعت يدها » ونبه بقوله في دين الله على أن الدين إذا أوجب أمراً لم يصح استعمال الرأفة في خلافه."

یعنی، کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو معطل نہ کرو اور شفقت اور رحمت کرتے ہوئے اِسے قائم کرنے کو ترک نہ کرو اور اس معاملہ میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اسوۂ حسنہ ہی کافی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرتی تو ضرور میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے "فی دین اللہ" کہہ کر تنبیہ فرمادی کہ دین جب کسی امر کو واجب کرے تو اس کے خلاف میں نرمی اختیار کرنا جائز نہیں۔

نیز امام رازی نے حدیث شریف نقل کی کہ " يؤتى بوال نقص من الحد سوطاً ، فيقال له لم فعلت ذاك؟ فيقول رحمة لعبادك ، فيقال له أنت أرحم بهم مني! فيؤمر به إلى النار ، ويؤتى بمن زاد سوطاً فيقال له لم فعلت ذلك؟ فيقول لينتهوا عن معاصيك ، فيقول أنت أحكم به مني! فيؤمر به إلى النار ": قیامت کے روز ایک حاکم کو پیش کیا جائے گا کہ جس نے حد جاری کرتے وقت ایک کوڑا کم لگایا تھا، اُس سے پوچھا جائے گا تم نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کہے گا تیرے بندے پر رحم کرنے کے لئے، ارشاد ہو گا تو ہم سے زیادہ رحیم ہے؟ پھر حکم ہو گا اسے جہنم میں ڈال دو اور لایا جائے گا اُس حاکم کو جس نے ایک کوڑا زیادہ لگایا، پوچھا جائے گا ایسا کیوں کیا؟ وہ کہے گا: تاکہ یہ اپنے گناہ سے رک جائے، اللہ ربّ العزّت فرمائے گا تو اس پر تو مجھ سے بڑا حاکم ہے۔ پھر حکم ہو گا اِسے بھی جہنم میں ڈال دو۔ (التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی، سورۃ النور، تحت قولہ :" وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ"، ۸/ ۳۱۷، مطبوعۃ: دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ: ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹م)

اور حدودُ اللہ کو غیر انسانی اور ظالمانہ سزائیں کہنے والوں سے پوچھو کہ تمہارے تھانوں اور جیلوں میں مجرموں کو جو سزائیں تم لوگ دیتے ہو کیا وہ ظالمانہ اور وحشیانہ نہیں ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ کیسی کیسی سزائیں دی جاتی ہیں۔

بہر حال اسلامی سزائیں نہ صرف ہماری ذات، ہمارے معاشرے کی اصلاح کے لئے ضروری ہیں بلکہ یہ ایک ایسا بابرکت نظام ہے جو جان ومال، عزت وآبرو کا محافظ ہے، ملکی ترقی کا ضامن ہے۔ زندگی میں امن اور سلامتی کا باعث اور آخرت میں فوز وفلاح کا ضامن ہے۔

اور ہمارے معاشرے میں ایسے لٹریچر کو عام کرنے کی سخت ضرورت ہے اور اس کی سب سے زیادہ ضرورت صاحبِ اقتدار طبقے کو ہے کہ وہ اسے پڑھیں اور ہوش کے ناخن لیں۔

محترم جناب شاہزیب راجپر صاحب نے شیخ سعید رمضان بوطی کے عربی رسالہ کا ترجمہ، تخریج کرنے کے بعد اور اس پر بہترین مقدمہ تحریر کرکے اہل وطن پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اُن کی سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے بارآور فرمائے۔

فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم الحدیث ودار الإفتاء بجامعة النور

جمعية اشاعة اهل السنة (باكستان)

تقدیم

حدودِ اسلامیہ: اسلامی قانون اور آئین پاکستان کا تقابلی مطالعہ

اللہ پاک خالق کائنات ہے اور انسان اس کی اَشرف المخلوقات ہے، جس کے شرف اور بزرگی کے بقاء کے لیے شروع زمانہ سے ہی انبیاء و رُسُل کو مضبوط و مستحکم دَستور دیا گیا، وقت اور حالات کے اعتبار سے اس میں تبدیلیاں ہوتی رہیں یہاں تک دینِ اسلام کا دَور شروع ہوا اور صبح قیامت تک کے لیے اِسی قانون اسلام پر عمل لازم قرار دیتے ہوئے محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر سلسلہ نبوت کا اختتام فرمایا، وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ.

ترجَمۂ کنز الایمان: ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے۔[1]

چونکہ دینِ محمدی آخری دین ہے، آفاقی مذہب ہے، قیامت تک سارے انسانوں کے لیے راہِ ہدایت ہے اس لیے اس کے قوانین بھی آفاقی ہیں، ساری انسانیت کی سلیم طبیعت کے موافق اور فطری ہیں، اور ہوں بھی کیوں نا! کہ یہ خالق کے عطا کردہ اُصول ہیں جو اپنی مخلوق کے ظاہر و باطن، اچھائی بُرائی اور فائدے نقصان کو سب سے بڑھ کر جاننے والا ہے، خود ارشاد فرماتا ہے: اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَؕ-وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ(۱۴)

ترجَمۂ کنز الایمان: کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔[2]

لہٰذا ایسے میں ضروری ہے کہ مخلوق کی بھلائی، فرد کی ترقی، معاشرے کی کامیابی اور ملک کی کامرانی کے لیے وہ اُصول اور قوانین نافذ کیے جائیں جو اس کے خالق کے عطا

---

(1) پ:22، الاحزاب:40

(2) پ:29، الملک:14

کردہ ہیں، دین اسلام میں بیان کردہ ہیں تاکہ دنیوی اور اُخروی دونوں ثمرات حاصل ہوں۔

اس تقدیم میں جرائم حدود، ان کی سزائیں اور ثبوت کے متعلق اسلامی قانون اور آئین پاکستان کے نظام کے بارے میں ہم بات کریں گے، جانیں گے کہ اسلام میں جرائم حدود کون سے بتائے گئے ہیں اور اِن کی سزائیں کیا ہیں جبکہ قانونِ پاکستان میں اس حوالے سے کیا حکم نافذ کیا گیا ہے لیکن اصل مضمون کی طرف چلنے سے پہلے چند باتیں بطور تمہید جاننا ضروری ہیں تو آیئے! پہلے انہیں جانتے ہیں۔

سزا کی ضرورت واہمیت:

انسان جسے اس دنیا کا مرکز بنایا گیا ہے کئی صفات کا حامل ہے، مختلف طبیعتوں کے افراد اس گروہ کا حصہ ہیں، شریف وشرارتی، نیک وبد، اپنے پرائے کا فرق رکھنے والے، دوسرے کے حقوق کی حفاظت اور ان میں خیانت کرنے والے ہر طرح کے لوگ شامل ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ سب کے حقوق، جان مال اور عزت کی حفاظت کے لیے سزائیں مقرر کی جائیں کہ جس طبیعت میں ترغیب اور تنبیہ کا طریقہ مؤثر نہیں ہوتا، صرف سمجھانے اور ڈرانے سے جرم چھوڑنے کا ذہن نہیں بن پاتا تو زمانہ شاہد ہے کہ وہاں سزائیں اور حدود اپنا کام کرتی ہیں اور لُوٹ مار، قتل و غارت گری، چوری ڈکیتی، عصمت دری، شراب نوشی اور دیگر سماجی برائیوں کو ختم کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتی ہیں۔

سزا کے مقاصد:

سزا نافذ کرنے کے پیچھے دو بنیادی مقاصد ہوتے ہیں: ایک یہ کہ جرم کی تلافی ہو اور مجرم اپنے جرم کا بدلہ پائے، جو گھناؤنی حرکت اس نے کی ہے اس کا انجام جھیلے، جو غلط کام اس سے ہوا ہے دوبارہ اس کے اِرتکاب کی ہمت نہ کرے۔ دوسرا یہ کہ یہ

سزائیں دیگر افراد کے لیے عبرت کا باعث ہوں، اِن کے سامنے ہر وقت یہ بات رہے کہ اگر وہ ان جرائم میں مبتلا ہوئے اور نفسانی خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے ان میں پڑ گئے تو انھیں بھی ویسے ہی بھیانک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا، اور ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا ہو گا۔ قرآن حکیم میں سزاؤں کے مقاصد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا گیا: (1) وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ(۱۷۹)

تَرجَمۂ کنزالایمان: اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقلمندو کہ تم کہیں بچو۔[1]

اس آیت کے تحت امام قرطبی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب قصاص کو نافذ کیا جائے گا تو جو شخص کسی کو قتل کرنا چاہے گا وہ اس خوف سے رُک جائے گا کہ بدلے میں اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ اس طرح دونوں زندہ بچ جائیں گے۔ عربوں میں جب کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تھا تو دونوں کے قبیلے غیظ و غضب سے بھر جاتے تھے اور ان میں باہم جنگ ہونے لگتی تھی۔ اس طرح بہت بڑی تعداد کے قتل کی نوبت آجاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب قصاص کا حکم دیا تو تمام لوگ محتاط ہو گئے اور انھوں نے باہم لڑائی جھگڑا بند کر دیا۔ اس طرح انھیں زندگی مل گئی۔

(2) وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ،

تَرجَمۂ کنزالایمان: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کیے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا۔[2]

---

(1) پ:2، البقرۃ:179

(2) پ:6، المائدۃ:38

(3)زناء کی سزا کو بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا:وَ لْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ(۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو(عبرت کے لیے)۔[1]

اسلامی سزاؤں کی خصوصیت:

اسلام نے جو سزائیں مقرر کی ہیں وہ نہ صرف ذات اور معاشرے کی اصلاح کے کام آتی ہیں بلکہ یہ ایسا نظام ہے جو باعثِ برکت و رحمت ہے، جان ومال، عزّت و آبرو کا محافظ ہے اور دنیا میں باعث امن اور آخرت کے لیے کامیابی کا ضامن ہے، فطرت کے مطابق، تجربہ سے ثابت شدہ ہے، معاشرے میں اِصلاح اور سُدھار کا حیرت انگیز نتیجہ دینے والا ایک مسلَّم، معتدل، ثابت شدہ اور خدائی نظام ہے۔ یقیناً اس پر عمل معاشرے کے ساتھ احسانِ عظیم ہوگا اور ان کی خوشی و آرام کا سامان ہوگا۔

اسلام کی سزائیں کس درجہ کارآمد ثابت ہوئیں، معاشرے اور افراد کی اصلاح میں ان کی کارکردگی کا اندازہ صحابیٔ رسول حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے لگائیے، آپ فرماتے ہیں:ایک موقع پر اللہ کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے مخاطب کر کے فرمایا:اے عدی!اگر تم کچھ عرصہ مزید زندہ رہے تو ضرور دیکھ لوگے کہ ایک عورت مقام "حیرہ" سے سفر کر کے مکہ پہنچے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی، پورے سفر میں اسے اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہ ہوگا۔

پھر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی اس پیشن گوئی کو پورا

---

(1) پ:18،النور:2

ہوتے ہوئے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔[1]

آئین پاکستان:

ملک پاکستان ایک آزاد اسلامی ملک ہے، جس کے آزاد کرانے والوں کے مقاصد میں شامل تھا کہ اس میں مصطفوی قانون بالا ہوگا، معاشرے کی بنیاد اور قانونی نظام سارا کا سارا اسلام کے عین اصولوں کے مطابق ہوگا، جناب قائد اعظم محمد علی جناح صاحب سے جب قانون پاکستان کے متعلق بات ہوئی تو آپ نے خوبصورت جواب دیتے ہوئے فرمایا: اس قوم کو قانون کی ضرورت ہوتی ہے جس کے پاس پہلے سے کوئی قانون نہ ہو، ہمیں اس اسلامی نظریاتی مملکت میں قانون کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہمارے پاس مکمل اسلامی قانون قرآن مجید اور صاحب قرآن محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کی مقدس زندگی کی صورت میں موجود ہے۔[2]

لیکن افسوس! مخلصین بندے زیادہ عرصہ نہ رہ سکے، کچھ قیامِ پاکستان سے پہلے اور کچھ آزادی کے بعد بہت جلد اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ جس کے باعث اسلامی قانون کی بنیاد پر کھڑی ہونے والی وطن عزیز کی عمارت کی تکمیل نہ ہو سکی اور اس کے معمار ابھی تک پورے طور پر اسلامی نظریہ کے مطابق اسے مکمل کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن! تاحال اسلامی تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے جو کچھ پیش کیا گیا ہے اسے بتاتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری لکھتے ہیں: مملکت خُدا داد

(1) صحیح بخاری، ج2، ص499، حدیث: 3595

(2) حدود آرڈیننس اور دین بیزار طبقے، ص26، تخلیق پاکستان کا واحد مقصد نفاذ دین اور نظام اسلام تھا اگرچہ کچھ لبرلز لوگ آج اس کا انکار کرتے ہیں لیکن صف اول کے قائدین کے فرمودات کے مقابلے میں ان کے انکار کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ ان قائدین کے فرمودات کے لئے پڑھیے: تاریخ نفاذ حدود از ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، ص301-311۔

پاکستان میں اسلامی قوانین لاگو کرنے کے لیے اب تک تین آرڈینس نافذ کیے جاچکے ہیں:

- حدود آرڈینس
- قانون قصاص ودیت
- قانون توہین رسالت۔[1]

تاریخ نفاذ حدود آرڈینس:

5یا6جولائی 1977ء کی درمیانی شب ایک بار پھر ملک پاکستان میں مارشل لاء ہوا جسے جنرل ضیاء الحق نے نافذ کیا، اور جنرل کی نگرانی میں ستمبر 1977ء کو اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نو کی گئی، ملکی عدالتوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ جس قانون کو خلافِ اسلام تصور کریں انہیں عدالتی فیصلوں سے منسوخ قرار دیں۔

2دسمبر 1978ء کو تمام صوبائی عدالتوں میں شریعت بینچ اور سپریم کورٹ میں شریعت اپیلٹ بینچز قائم کیے گئے، اور حُدود آرڈینس کا باقاعدہ اعلان 12ربیع الاول 1399ھ مطابق 10فروری 1979ء کو ہوا، اور صدر پاکستان نے حُدود آرڈینس مجریہ 1979ء کی رُو سے پانچ قوانین حدود بھی نافذ کیے۔[2]

مختلف سزائیں:

مختلف جرائم کے اعتبار سے اسلام میں تین مختلف سزائیں مقرر کی گئی ہیں:

(1)حدود (2)تعزیر (3)قصاص یادیت

حدود کا معنی ومفہوم:

---

(1) حدود آرڈینس اور دین بیزار طبقے، ص28

(2) قوانین الحدود و تعزیرات، ص8

لغۃً: حُدود جمع ہے اس کی واحد ہے حد، حد کے معنیٰ ہیں: "روکنا، جمع کرنا"۔ دروازے پر کھڑے دربان کو "حدّاد" کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ انجان لوگوں کو گھر کے اندر داخل ہونے سے روکتا ہے۔[1]

اصطلاحاً: حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔[2]

جرائم حدود:

اسلامی قانون میں سات طرح کے جرائم ایسے ہیں جن پر حد جاری ہوتی ہے:

(1) زنا (Illicit sexual intercourse)

(2) قذف یعنی تہمت (False accusation of adultery)

(3) شراب نوشی (Drinking alcohol)

(4) چوری (Theft)

(5) حِرابہ یعنی ڈاکہ (Dacoity and robbery)

(6) اِرتداد (Apostasy)

(7) بغاوت (Rebellion)۔[3]

جبکہ آئین پاکستان میں حدود آرڈیننس میں مندرجہ ذیل جرائم کو جرائم حدود میں شمار کیا گیا ہے:

(1) زنا بالرضا والجبر

(2) قذف

---

(1) تاج العروس، بذیل مادہ: حدد

(2) الدر المختار ورد المحتار، ج6، ص5

(3) التشریع الجنائي الإسلامي مقارنا بالقانون الوضعي، ج1، ص71

(3)چوری اور حرابہ

(4)شراب نوشی (نشہ آور اشیاء کا استعمال)۔[1]

زنا

زنا بہت بڑا گناہ ہے، شریعت اور سلیم فطرت دونوں اسے مذموم جانتے اور منحوس سمجھتے ہیں کہ اس میں بے حیائی اور نسل انسانی کی تباہی ہے، اسی واسطے حضرت آدم علیہ السّلام سے لیکر خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم تک کی تمام آسمانی شریعتوں میں اس کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں زنا اور اسکے اسباب سے دور رہنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا: وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا

تَرجَمۂ کنزالایمان: زنا کے قریب نہ جاؤ کہ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔[2]

حدیث نبوی میں اس کے نقصانات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا: اے لوگو! زنا سے بچو کیونکہ اس میں چھ برائیاں ہیں 3 دنیا میں اور 3 آخرت میں،

دنیا میں پہنچنے والی برائیاں یہ ہیں: (۱) اس کے چہرے کی رونق چلی جائے گی (۲) تنگدستی آئے گی اور (۳) اس کی عمر میں کمی ہو جائے گی اور آخرت میں پہنچنے والی برائیاں یہ ہیں: (۱) اللہ پاک کی ناراضی (۲) بُرا حساب اور (۳) جہنم کا عذاب۔[3]

حدِ زنا اور قانونِ اسلامی:

---

(1) قوانین الحدود و تعزیرات، ص8

(2) پ18، النور:2

(3) الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم1799، مسلمۃ بن علی، ج8، ص19

اسلامی قانون کے مطابق زنا کا جرم جب شرعی اعتبار سے ثابت ہو جائے تو اس کی سزا دو طرح کی ہے:

(1) سو کوڑے:

یعنی جب کوئی مرد یا عورت زنا کرتے ہیں اور وہ شادی شدہ نہیں ہیں تو ان کی سزا یہ ہے کہ بغیر نرمی کے اعلانیہ طور پر انہیں سو (100) کوڑے (Lashes) مارے جائیں گے، قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۪ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِۚ وَ لْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۝۲

ترجمۂ کنزالایمان: جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔[1]

(2) رَجم:

یعنی جب کوئی شادی شدہ مرد یا عورت زنا کریں تو انہیں رجم کیا جائے گا یعنی کھلی جگہ یا میدان میں پتھر وغیرہ مارے جائیں گے یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔[2]

رجم کا حکم قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب اتاری تو ان آیات میں جو اللہ نے اتاریں رجم کی آیت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا، اور رجم

---

(1) پ18، النور:2

(2) التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی، ج2، ص384، 385

کتاب اللہ میں ہے حق ہے زنا کرنے والے مردوں عورتوں پر جب کہ شادی شدہ ہوں۔[1]

حدِ زنا کا حکم کب ثابت ہوگا:

مرد کا شہوت کے قابل عورت کے آگے کے مقام(Vagina) میں بطور حرام بقدر حشفہ(Penis head) داخل کرنا، اور وہ عورت نہ اس کی بیوی ہو نہ باندی نہ ان دونوں کا شبہہ ہو نہ شبہۂ اشتباہ ہو، اور وہ مرد مکلّف ہو اور گونگا نہ ہو اور مجبور نہ کیا گیا ہو۔[2]

حدِ زنا کا حکم کیسے ثابت ہوگا:

حدِ زنا کا حکم اس وقت ثابت ہوگا جب درج ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت پائی جائے گی:

(1) شہادت: یعنی کہ جب چار مرد ایک مجلس میں لفظ زنا کے ساتھ شہادت ادا کریں یعنی یہ کہیں کہ اس نے زنا کیا ہے۔

(2) اقرار: یعنی کہ مجرم قاضی کے سامنے چار بار چار مجلسوں میں ہوش کی حالت میں صاف اور صریح لفظ میں زنا کا اقرار کرے۔[3]

(3) حمل: یعنی کہ جب عورت بغیر شوہر کے حاملہ ہو جائے اور حد کو ساقط کرنے والا کوئی شبہہ بھی نہ ہو۔[4]

---

(1) صحیح بخاری، کتاب المحاربین، ج4، ص343، 345، حدیث:6830

مرقاۃ المفاتیح، کتاب الحدود، ج6، ص2327، تحت الحدیث:3557

(2) الفتاوی الھندیہ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج2، ص143

(3) الدر المختار، کتاب الحدود، ج6، ص11، 15

(4) شرح صحیح مسلم، کتاب الحدود، ج5، ص834، البتہ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کہ حمل کے سبب زنا کی حد لگائی جائے گی، دلائل کے ساتھ تفصیل جاننے کے لیے پڑھیے: الحدود والتعزیرات عند ابن قیم، از ابو زید بکر بن عبد اللہ۔

حد زنا اور آئین پاکستان:

ابتدائیہ: یہ ضروری تصور کیا گیا ہے کہ زنا کے بارے میں موجودہ قوانین کی اس طرح ترمیم کی جائے کہ اسے قرآن وسنت میں متعین کردہ اسلامی احکام کے مطابق کیا جاسکے، لہٰذا 5 جولائی 1977ء کی پیروی کرتے ہوئے اور ان تمام اختیارات کو استعمال میں لاتے ہوئے جو اس سلسلہ میں انہیں بااختیار بناتے ہیں، صدر رضامندی کے ساتھ مندرج ذیل آرڈیننس وضع کرنے کے بعد جاری کرتے ہیں:

- آرڈیننس ہذا کو جرم زنا (نفاذ حدود) کا آرڈیننس مجریہ 1979ء کہا جائے گا۔
- یہ پورے پاکستان میں نافذ ہو گا۔
- اس کا نفاذ 12 ربیع الاول 1399ھ یعنی 10 فروری 1979ء سے ہو گا۔[1]

سزا (Punishment):

دفعہ (5) کی ضمن نمبر 2 میں سزائے زنا کی وضاحت ہے، اس کی ضمن (a) میں شادی شدہ کی سزا کا ذکر ہے، جبکہ ذیلی ضمن (b) میں غیر شادی شدہ کی سزا کا ذکر ہے۔

• ذیلی ضمن (a) میں شادی شدہ عورت اور مرد کی سزا سنگسار بیان ہوئی ہے۔

• جبکہ (b) کے تحت غیر شادہ شدہ کی سزا 100 کوڑے ہے۔[2]

حد زنا کا حکم کب ثابت ہو گا:

اس قانون کی دفعہ (5) کے تحت جرم زنا میں حد کا حکم لازم ہو گا اگر:

---

(1) قوانین الحدود و تعزیرات، ص 245، 246

(2) قوانین الحدود و تعزیرات، ص 287، 288

- اس کا ارتکاب ایسا مرد کرتا ہے جو بالغ ہے اور فاتر العقل نہیں، ایسی عورت سے جس سے نہ اس کی شادی ہوئی ہے، اور نہ وہ خود کو اس سے شادی شدہ سمجھتا ہے۔
- اس کا ارتکاب ایسی عورت کرتی ہے، جو بالغہ ہے اور فاتر العقل نہیں، ایسے مرد سے جس سے نہ تو اس کا نکاح ہوا ہے اور نہ ہی وہ خود کو اس سے شادہ شدہ سمجھتی ہے۔[1]

حدزنا کا حکم کیسے ثابت ہوگا:

اس قانون کی دفعہ (8) کے تحت حد زنا کا ثبوت درج ذیل صورتوں میں سے کسی ایک میں ہوگا:

- ملزم کسی با اختیار عدالت کے روبرو جرم کے ارتکاب کا اقرار کرے۔
- کم از کم چار بالغ مسلمان مرد گواہان، جن کے متعلق عدالت کو تزکیہ شہود کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اطمینان ہو کہ صادق القول اشخاص ہیں، بڑے گناہوں سے اجتناب کرنے والے ہیں، اور جرم کے لیے لازمی ہے کہ دخول کے فعل کے چشم دید گواہوں کے طور پر گواہی دیں۔ ہاں اگر ملزم غیر مسلم ہے تو چشم دید گواہان غیر مسلم ہوسکتے ہیں۔[2]

---

(1) قوانین الحدود و تعزیرات، ص278، 279

(2) قوانین الحدود و تعزیرات، ص321، 322

The Offence of Zina (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979.

Ordinance No. VII of 1979

February 9th, 1979

An Ordinance to bring in conformity with the injunctions of Islam the law relating to the Offence of Zina.

WHEREAS it is necessary to modify the existing law relating to zina so as to bring it in conformity with the Injunctions of Islam as set out in the Holy Quran and Sunnah;

AND WHEREAS the President is satisfied that circumstances exist which render it necessary to take immediate action;

Now, THEREFORE, in pursuance of the Proclamation of the fifth day of July 1977, read with the Laws (Continuance in Force), Order, 1977 (C.M.L.A. Order No. I of 1977), and in exercise of all powers enabling him in that behalf, the President is pleased to make and promulgate the following Ordinance:-

1. Short title, extent and commencement

(1) This Ordinance may be called the Offence of Zina (Enforcement of Hudood) Ordinance, 1979.

(2) It extends to the whole of Pakistan.

(3) It shall come into force on the twelfth day of Rabi-ul-Awwal, 1399 Hijri, that is, the tenth day of February, 1979.

5. Zina liable to hadd.

(2) Whoever is guilty of Zina liable to hadd shall, subject to the provisions of this Ordinance, -

(a) if he or she is a *muhsan*, be stoned to death at a public place; or

(b) if he or she is not *muhsan*, be punished, at a public place; with whipping numbering one hundred stripes.

5. Zina liable to hadd.

(1) Zina is zina liable to hadd if-

(a) it is committed by a man who is an adult and is not insane with a woman to whom he is not, and does not suspect himself to be married; or

(b) it is committed by a woman who is an adult and is not insane with a man to whom she is not, and does not suspect herself to be, married.

Proof of zina liable to hadd.

Proof of zina liable to *hadd* shall be in one of the following forms, namely:-

(a) the accused makes before a Court of competent jurisdiction a confession of the commission of the offence; or

(b) at least four Muslim adult male witnesses, about whom the Court is satisfied, having regard to the requirements of tazkiyah al-shuhood, that they are truthful persons and abstain from major sins (kabair), give evidence as eye-widnesses of the act of penetration necessary to the offence:
Provided that, if the accused is a non-Muslim, the eye-witnesses may be non-Muslims.(1)

---

(1) https://pakistani.org/pakistan/legislation/zia_po_1979/ord7_1979.html#f8

قذف:

کسی مسلمان پاک دامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگانا سخت حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے، قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم میں اس کی سخت مذمت موجود ہے، اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا۠

اور جو لوگ مسلمان مرد اور عورتوں کو ناکردہ باتوں سے ایذا دیتے ہیں اُنھوں نے بہتان اور کھلا ہوا گناہ اٹھایا۔[1]

حدیث نبوی میں کبیرہ گناہوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

وقذف المحصناتِ المؤمناتِ الغافلاتِ

یعنی پاک دامن انجان مسلمان عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا گناہ کبیرہ یعنی بہت بڑا گناہ ہے۔[2]

حد قذف اور قانون اسلامی:

اسلامی قانون کے مطابق جب قذف کا ثبوت ہو جائے تو اس کی سزا دو طرح کی ہے:

- کوڑے مارنا: یعنی کہ اگر کوئی مرد یا عورت کسی پر زنا کی تہمت لگائے تو اگر وہ آزاد ہے تو اسی (80) کوڑے مارے جائیں گے اور غلام ہے تو چالیس (40)۔
- گواہی قبول نہ کرنا: یعنی کہ جس پر حد قذف قائم کی گئی اس کی گواہی کسی معاملہ میں قبول نہیں، ہاں! عبادات میں قبول کر لیں گے۔[1][2]

---

(1) پ22، الاحزاب:58

(2) صحیح بخاری، ج2، ص242، حدیث:2766

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو لوگ پارسا عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہ لائیں اون کو اسی (80) کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میری براءت نازل ہو گئی تو نبی پاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم منبر پر کھڑے ہوئے اور قرآن کریم کی تلاوت کی اور منبر سے اترنے کے بعد آپ نے دو مردوں اور ایک عورت پر حد لگانے کا حکم دیا اور انہیں حد لگائی گئی۔[4]

حد قذف کا حکم کب ثابت ہوگا:

---

(1) التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی، ج2، ص492

بہار شریعت، حصہ 9، ج2، ص401

(2) جسٹس (ر) مفتی شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ویسے تو قذف ہر قانون میں بری بات ہے اور ہر ملک میں ایسے قوانین موجود ہیں جو ازالہ حیثیت عرفی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ مگر ان میں عام طور پر مالی تاوان کی سزائیں دی جاتی ہیں جو جرائم کے خاتمہ یا کمی کیلیے موثر ثابت نہیں ہوتیں۔ خاص طور پر سیاسی میدان میں وہ لوگ جو بالفعل قوم کی قیادت کر رہے ہوتے ہیں یا آئندہ قیادت کرنے والے ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کے خلاف ایسے الزامات عائد کرتے ہیں جو قذف کی تعریف میں آتے ہیں۔ اگر قذف کی سزا ان کو دی جائے پھر جس شخص کو حد قذف لگے اس کی شہادت مردود ہو جائے گی تو جس کی شہادت مردود ہو گی اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور جب عدالت ساقط ہو گی تو اس کی قیادت و ریاست خود باطل ہو جائے گی۔ (عدالت اسلامیہ، اسلامی حدود اخلاقی نقطہ نگاہ سے)

(3) پ18، النور:4

(4) ابوداؤد، ج2، ص258 بحوالہ شرح صحیح مسلم، ج4، ص893

حد قذف اس وقت قائم ہو گی جب صریح لفظ زنا سے تہمت لگائی مثلاً "تُو زانی ہے" یا "تُو نے زنا کیا" یا "تُو زناکار ہے"، اور اگر صریح لفظ نہ ہو مثلاً یہ کہ "تُو نے وطی حرام کی" یا "تُو نے حرام طور پر جماع کیا" تو حد نہیں اور اگر یہ کہا کہ "مجھے خبر ملی ہے کہ تُو زانی ہے" یا "مجھے فلاں نے اپنی شہادت پر گواہ بنایا ہے کہ تُو زانی ہے" یا کہا "تُو فلاں کے پاس جاکر اس سے کہہ کہ تُو زانی ہے" اور قاصد نے یوہیں جاکر کہہ دیا تو حد نہیں۔[1]

حد قذف کا حکم کیسے ثابت ہو گا:

حد قذف کا حکم اس وقت ثابت ہو گا جب درج ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت پائی جائے:

- شہادت: یعنی جب دو مرد (2) گواہی دیں کہ اس نے تہمت لگائی ہے۔
- اقرار: یعنی کہ جب تہمت لگانے والا خود اقرار کرے کہ اس نے تہمت لگائی ہے، اس صورت میں حد زنا کی طرح چار بار اقرار کرنا ضروری نہیں ایک بار اقرار کرنے سے بھی حکم ثابت ہو جائے گا۔[2]

حد قذف اور آئین پاکستان:

ابتدائیہ: یہ ضروری تصور کیا گیا ہے کہ قذف کے بارے میں موجودہ قوانین کی اس طرح ترمیم کی جائے کہ اسے قرآن وسنت میں متعین کردہ اسلامی احکام کے مطابق کیا جاسکے۔ اور صدر پاکستان اس امر میں مطمئن ہیں کہ ایسے حالات پائے جاتے ہیں جن کی بنیاد پر فوری کاروائی کی ضرورت ہے۔

---

(1) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الحدود، ج6، ص73

(2) التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی، ج2، ص488،489

لہذا 5 جولائی 1977ء کے اعلان بموجب خواندگی قوانین کا فرمان بابت 1977ء کے تحت تمام ایسے اختیارات کو استعمال میں لاتے ہوئے جو اس سلسلہ میں انہیں بااختیار بناتے ہیں، صدر رضامندی کے ساتھ مندرج ذیل آرڈیننس وضع کرنے کے بعد جاری کرتے ہیں:

- آرڈیننس ہذا کو جرم قذف (نفاذ حدود) کا آرڈیننس مجریہ 1979ء کہا جائے گا۔
- یہ پورے پاکستان میں نافذ ہو گا۔
- اس کا نفاذ 12 ربیع الاول 1399ھ یعنی 10 فروری 1979 سے ہو گا۔[1]

سزا (Punishment):

قانون ہذا کی دفعہ سات (7) قذف کے مجرم کے لیے سزا کی وضاحت کرتی ہے، اس دفعہ کے مطابق:

- جو کوئی قذف مُستوجِب حَد (یعنی حد کو لازم کرنے والی قذف) کے جرم کا ارتکاب کرے گا، اس کو اسی (80) کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔
- کسی شخص کے قذف مستوجب حد کے جرم میں سزایاب ہونے کے بعد اس کی شہادت کسی عدالت قانون میں قابل قبول نہ ہو گی۔
- مذکورہ سزاؤں پر عمل اس وقت تک نہیں ہو گا جب اسکی توثیق عدالت اپیل یعنی وفاقی شرعی عدالت سے نہ ہو جائے، اور ایسے وقت تک قیدی کے ساتھ قید محض کے سزاوار قیدی جیسا سلوک کیا جائے گا۔[2]

حد قذف کا حکم کب ثابت ہو گا:

اس قانون کی دفعہ (5) کے تحت جرم قذف میں حد کا حکم لازم ہو گا اگر:

---

(1) قوانین الحدود و تعزیرات، ص 422، 423

(2) قوانین الحدود و تعزیرات، ص 456

کوئی شخص جو بالغ ہو، دانستہ طور پر بغیر ابہام کے، کسی خاص شخص کے خلاف جو محصن[1] ہو، اور جنسی فعل سر انجام دینے کے قابل ہو قذف زنا کا ارتکاب کرے گا، آرڈیننس ہذا کے احکام کے تابع، قذف مستوجب حد کا مرتکب کہلائے گا۔[2]

حد قذف کا حکم کیسے ثابت ہو گا:

اس قانون کی دفعہ (6) کے تحت حد زنا کا ثبوت درج ذیل صورتوں میں سے کسی ایک میں ہو گا:

- ملزم کسی بااختیار عدالت کے روبرو ہونے سے پہلے جرم کے ارتکاب کا اعتراف کرے۔
- ملزم عدالت کے روبرو قذف کے جرم کا مرتکب ہوا ہو۔
- کم از کم دو بالغ مسلمان مرد گواہان، قذف کے شکار کے علاوہ جن کے متعلق عدالت کو تزکیہ الشہود کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اطمینان ہو کہ وہ صادق القول اشخاص ہیں اور بڑے گناہوں سے اجتناب کرنے والے ہیں قذف کے ارتکاب کے متعلق بلاواسطہ شہادت دیں بشرطیکہ ملزم اگر غیر مسلم ہو تو گواہ غیر مسلم ہو سکتے ہیں۔

مزید شرط یہ ہے کہ مستغیث یا اس کی طرف سے مجاز کردہ شخص کا بیان گواہوں کے بیانات قلم بند کرنے سے پہلے قلم بند کیا جائے گا۔[3]

---

(1) آزاد مسلمان مرد جو ایک بار حلال صحبت (جماع) کر چکا ہو اسے محصن کہتے ہیں۔ محصن ہونے کی سات ے شرطیں ہیں۔ (۱) آزاد ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) مسلمان ہونا (۵) نکاح صحیح ہونا (۶) نکاح صحیح کے ساتھ جماع ہونا (۷) میاں بی بی دونوں میں وقت جماع بیان کردہ صفات کا پایا جانا۔

(2) قوانین الحدود و تعزیرات، ص439

(3) قوانین الحدود و تعزیرات، ص446

The Offence of Qazf (Enforcement Of Hadd) Ordinance, 1979.

Ordinance No. VIII of 1979

February 9th, 1979

An Ordinance to bring in conformity with the Injunctions of Islam the law relating to the offence of qazf.

WHEREAS it is necessary to modify the existing law relating to qazf so as to bring it in conformity with the Injunctions of Islam as set out in the Holy Quran and Sunnah;

AND WHEREAS the President is satisfied that circumstances exist which render it necessary to take immediate action;

Now, THEREFORE, in pursuance of the Proclamation of the fifth day of July 1977, read with the Laws (Continuance in Force), Order, 1977 (C.M.L.A. Order No. I of 1977), and in exercise of all powers enabling him in that behalf, the President is pleased to make and promulgate the following Ordinance:-

1. Short title, extent and commencement

(1) This Ordinance may be called the Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) Ordinance, 1979.

(2) It extends to the whole of Pakistan.

(3) It shall come into force on the twelfth day of Rabi-ul-Awwal, 1399 Hijri, that is, the tenth day of February, 1979.

5. Qazf liable to hadd.

Whoever, being an adult, intentionally and without ambiguity commits qazf of zina liable to hadd against a particular person who is a muhsan and capable of performing sexual intercourse is, subject to the provisions of this Ordinance, said to commit qazf liable

to hadd

6. Proof of qazf liable to hadd

(1) Proof of qazf liable to hadd shall be in one of the following forms namely:-

(a) the accused makes before a Court of competent jurisdiction a confession of the commission of the offence;

(b) the accused commits qazf in the presence of the Court; and

(c) at least two Muslim adult male witnesses, other than the victim of the qazf, about whom the Court is satisfied, having regard to the requirements of tazkiyah al-shuhood that they are truthful persons and abstain from major sins (Kabair), give direct evidence of the commission of qazf:

Provided that, if the accused in a non-Muslim, the witnesses may be non-Muslims

Provided further that the statement of the complainant or the person authorised by him shall be recorded before the statements of the witnesses are recorded.[1]

شراب:

عربی زبان میں انگور کی شراب کو "خمر" کہتے ہیں، اس کا پینا حرام ہے، اس کی وجہ سے بہت سے گناہ پیدا ہوتے ہیں بلکہ اس کو گناہوں کی جڑ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ قرآن مجید میں اس کے نقصان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

(1) https://pakistani.org/pakistan/legislation/zia_po_1979/ord8_1979.html

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔[1]

یوں ہی حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: شراب ہر گز نہ پیو کہ یہ ہر برائی کی اصل ہے۔[2]

آج کی دنیا شراب نوشی کی وجہ سے جن برے نتائج کا سامنا کر رہی ہے ان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

- شراب نوشی کی وجہ سے کروڑوں افراد مختلف مہلک اور خطرناک امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔
- لاکھوں افراد شراب نوشی کی وجہ سے ہلاک ہو رہے ہیں۔
- زیادہ تر سڑک حادثات شراب پی کر گاڑی چلانے کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔
- ہزاروں افراد شرابیوں کے ہاتھوں بے قصور قتل وغارت گری کا نشانہ بن رہے ہیں۔
- لاکھوں عورتیں شرابی شوہروں کے ظلم وستم کا نشانہ بنتی ہیں۔
- لاکھوں عورتیں شرابی مردوں کی طرف سے جنسی حملوں کا شکار ہو رہی ہیں۔

---

(1) پ2، البقرۃ:219

(2) مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل، ج8، ص249، حدیث: 22136

- والدین کی شراب نوشی کی وجہ سے زندگی کی توانائیوں سے عاری اور مختلف امراض میں مبتلا بچے پیدا ہو رہے ہیں۔
- لاکھوں بچے شرابی والدین کی وجہ سے یتیمی اور اسیری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔
- شرابی شخص کے گھر والے اور اہل وعیال اس کی ہمدردی اور پیار و محبت سے محروم ہو رہے ہیں۔
- ان نقصانات کے علاوہ شراب کے اِقتِصادی نقصانات بھی بہت ہیں۔[1]

حد شراب اور قانون اسلامی:

اسلامی قانون کے مطابق جب شراب نوشی کا ثبوت ہو جائے تو شرابی کو بطور حد اسی (80) کوڑے مارے جائیں گے۔[2]

یاد رہے قرآن حکیم میں شرابی کی سزا معین (fixed) نہیں کی گئی البتہ احادیث و آثار میں اس حوالے سے وضاحت موجود ہے، جیسا کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کے زمانہ میں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی زمانۂ خلافت میں شرابی لایا جاتا، ہم اپنے ہاتھوں اور جوتوں اور چادروں سے اُسے مارتے پھر حضرت عمر نے چالیس کوڑے کا حکم دیا پھر جب لوگوں میں سرکشی ہو گئی تو اسی (80) کوڑے کا حکم دیا۔[3]

---

(1) تفسیر صراط الجنان، سورۃ المائدۃ:90

(2) التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی، ج2، ص505

(3) صحیح بخاری، کتاب الحدود، ج4، ص329، حدیث:6779

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدِ خمر کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ اسے اسی (80) کوڑے مارے جائیں کیونکہ جب پیے گا نشہ ہو گا اور جب نشہ ہو گا، بیہودہ بکے گا اور جب بیہودہ بکے گا، اِفترا کرے گا، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کوڑوں کا حکم دیا۔[1]

شراب کی حد کا حکم کب ثابت ہو گا:

جو مسلمان، عاقل، بالغ، ناطق (جو گونگا نہ ہو)، بغیر کسی مجبوری اور زور زبردستی کے شراب کا ایک قطرہ بھی پیے گا تو اس پر حد قائم کی جائے گی جب کہ اسے اس کا حرام ہونا معلوم ہو۔ اس کی حرمت کو جاننے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ واقع میں اسے معلوم ہو کہ یہ حرام ہے، دوسرے یہ کہ دارُالاسلام میں رہتا ہو، اگرچہ نہ جانتا ہو پھر بھی یہی حکم کہ اسے معلوم ہے۔

ہاں! خمر کے علاوہ اور شراب پینے سے حد اس وقت ہو گی جب نشہ آجائے۔[2]

شراب کی حد کا حکم کیسے ثابت ہو گا:

شراب کی حد کا حکم اس وقت ثابت ہو گا جب درج ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت پائی جائے:

(1) اقرار: یعنی جب ہوش و حواس میں شرابی اقرار کرے کہ اس نے شراب پی ہے اگرچہ ایک ہی بار اقرار کرے۔

---

(1) الموطا للامام المالک، کتاب الاشربہ، ج2، ص351، حدیث:1615

(2) الدر المختار، کتاب الحدود، ج6، ص58 تا 60

(2)شہادت: یعنی جب دو مرد (2) گواہی دیں کہ اس نے شراب پی ہے۔ اگر کسی کے منہ سے شراب کی بو آئے یا قے میں شراب نکلے تو حد کا حکم ثابت نہ ہو گا جب تک اس پر شہادت نہ آجائے۔[1]

حد شراب اور آئین پاکستان:

ابتدائیہ: یہ ضروری تصور کیا گیا ہے کہ موجودہ قوانین بابت اِمتناعِ منشیات کو قرآن و حدیث میں تصریح کردہ احکامات کے مطابق تبدیل کر دیا جائے۔

لہٰذا 5 جولائی 1977ء کے اعلان بموجب خواندگی قوانین کا فرمان بابت 1977ء کے تحت تمام ایسے اختیارات کو استعمال میں لاتے ہوئے جو اس سلسلہ میں انہیں بااختیار بناتے ہیں صدر پاکستان اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بخوشی درج ذیل حکم جاری فرماتے ہیں۔

- آرڈیننس ہذا کو امتناع منشیات (نفاذ حد) کا فرمان بابت 1979ء کہا جائے گا۔
- یہ پورے پاکستان میں نافذ ہو گا۔
- اس کا نفاذ 12 ربیع الاول 1399ھ یعنی 10 فروری 1979 سے ہو گا۔[2]

سزا (Punishment):

قانون ہذا کی دفعہ آٹھ (8) شراب نوشی مستوجب حد کے بارے میں وضاحت کرتی ہے، اس دفعہ کے مطابق:

- جو کوئی شراب نوشی مستوجب حد کا مجرم قرار پائے گا اسے کوڑوں کی سزا دی جائے گی، جن کی تعداد اسی (80) کوڑے ہو گی۔

---

(1) التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی، ج2، ص 509 تا 512

(2) قوانین الحدود و تعزیرات، ص 476، 477

- مذکورہ سزا پر عمل اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک اس کی توثیق اس عدالت سے نہیں ہو جاتی جس میں سزا کے حکم کے خلاف رجوع کی اپیل رجوع کی جا سکتی ہو، اور ایسے وقت تک قیدی کے ساتھ قید محض کے سزاوار قیدی جیسا سلوک کیا جائے گا۔[1]

شراب کی حد کا حکم کب ثابت ہوگا:

اس قانون کے دفعہ (8) کے تحت شراب نوشی کا حکم لازم ہوگا:

جب دانستہ طور پر بغیر کسی اِکراہ یا اِضطرار کے کوئی بالغ مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت کسی نشہ آور شراب کو منہ سے پیے گا۔[2]

شراب کی حد کا حکم کیسے ثابت ہوگا:

اس قانون کے دفعہ (9) کے تحت شراب نوشی کی حد کا حکم درج ذیل صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں ہوگا:

- ملزم کسی بااختیار عدالت کے روبرو ہونے سے پہلے جرم کا اعتراف کرے۔
- کم از کم دو بالغ مسلمان مرد گواہان، جن کے متعلق عدالت کو تزکیہ الشہود کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اطمینان ہو کہ وہ صادق القول اشخاص ہیں اور بڑے گناہوں سے اجتناب کرنے والے ہیں، ملزم کے شراب نوشی مستوجب حد کے جرم کے مرتکب ہونے کی گواہی دیں۔[3]

---

(1) قوانین الحدود و تعزیرات، ص519

(2) سابقہ حوالہ

(3) قوانین الحدود و تعزیرات، ص525

The Prohibition (Enforcement Of Hadd) Order, 1979.

President's Order No. 4 of 1979

February 9th, 1979

WHEREAS it is necessary to modify the existing law relating to prohibition of intoxicants so as to bring it in conformity with the Injunctions of Islam as set out in The Holy Quran and Sunnah;

Now, THEREFORE, in pursuance of the Proclamation of the fifth day of July, 1977, read with the Laws (Continuance in Force), Order, 1977 (C.M.L.A. Order No. I of 1977), and in exercise of all powers enabling him in that behalf, the President and Chief Martial Law Administrator is pleased to make the following Order: -

1. Short title, extent and commencement.

(1) This Order may be called the Prohibition (Enforcement of Hadd) Order, 1979.

(2) It extends to the whole of Pakistan.

(3) It shall come into force on the twelfth day of Rabi-ul-Awwal, 1399 Hijri that is, the 10th day of February 1979.

8. Drinking liable to hadd.

Whoever being an adult Muslim takes intoxicating liquor by mouth is guilty of drinking liable to hadd and shall be punished with whipping numbering eighty stripes.

Provided that punishment shall not executed unless it is confirmed by Court to which an appeal from the order of conviction lies; and, until the punishment is confirmed and executed, the convict shall, subject to the provisions of the code of criminal procedure, 1898, relating to the grant of bail or suspension of sentence, be dealt with in the same manner as if sentenced to simple imprisonment.

Proof of drinking liable to hadd.

9. The proof of drinking liable hadd shall be in one of the following forms, namely:-

(a) the accused makes before a court of competent jurisdiction a confession of commission of drinking liable to hadd; and

(b) at least two Muslim adult male witness, about whom the court is satisfied, having regard to the requirement of tazkiyah al-shuhood, that they are truthful persons and abstain from major sins (kabair), give evidence of the accused having committed the offence of drinking liable to hadd.[1]

سَرقہ:

عربی زبان میں چوری کو "سَرقہ" کہتے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں چوری یہ ہے کہ دوسرے کا مال چھپا کر ناحق لے لیا جائے۔

دینِ اسلام میں چوری کرنا گناہ کبیرہ و حرام ہے، چوری کرنے والے پر قرآن مجید اور کئی ایک احادیث میں بہت مذمت کی گئی ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۰۰)

تَرجَمۂ کنزُ الایمان: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو اُن کا ہاتھ کاٹو ان کے کیے کا بدلہ، اللہ کی طرف سے سزا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

---

(1) https://pakistani.org/pakistan/legislation/zia_po_1979/po4_1979.html

حضور نبی پاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: اللہ پاک چور پر لعنت فرمائے۔[1]

چور جس وقت چوری کرتا ہے اُس وقت مومن نہیں رہتا۔[2]

حدِ سرقہ اور قانونِ اسلامی:

اسلامی قانون کے مطابق جب چوری کا ثبوت ہو جائے تو اس کی دو سزائیں ہیں:

(۱) ہاتھ کاٹنا

یعنی کہ سزا میں چور کا سیدھا ہاتھ کاٹا جائے گا، پھر کٹے ہوئے حصے کو کھولتے ہوئے تیل سے جلا دیا جائے گا یا دفن کر دیا جائے گا۔[3]

صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پہلی مرتبہ کی چوری میں داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا پھر دوبارہ اگر کرے تو الٹا پاؤں، اس کے بعد بھی اگر چوری کرے تو قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے۔[4] اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا[5]

ترجَمۂ کنزالایمان: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی

---

(1) مسلم، کتاب الحدود، باب قطع السارق...الخ، ص926، حدیث:1687

(2) مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان...الخ، ص48، حدیث 57

(3) بہار شریعت، حصہ 9، ج2، ص420، شرح صحیح مسلم، ج4، ص760

(4) خزائن العرفان، پ5، سورۃ المائدۃ، تحت الآیہ:38

(5) پ6، المائدۃ:38

اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کے پاس ایک چور لایا گیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔[1]

پیارے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: اگر محمد کی بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو میں ضرور اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔[2]

(۲) تاوان

یعنی کہ وہ چیز جس کے چرانے پر ہاتھ کاٹا گیا ہے اگر چور کے پاس موجود ہے تو مالک کو واپس دلائیں گے اور اگر چور کے پاس سے ضائع ہو گئی، تو تاوان نہیں اگرچہ اس نے خود ضائع کر دی ہو۔[3]

حد سرقہ کا حکم کب ثابت ہوگا:

چوری کی سزا تب ملے گی جب اس میں درج ذیل شرائط پائی جائیں:

- چوری کرنے والا مکلف ہو، گونگا ہو نہ نابینا ہو،
- چھپ کر مال چرائے،
- وہ مال محفوظ ہو،
- ایک دینار یا دس درہم (یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ تقریباً 30.618 گرام چاندی یا اس کی قیمت) سے کم مال نہ ہو،
- اور اس مال میں شبہ یا تاویل کی گنجائش نہ ہو۔[4]

---

(1) جامع الترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی تعلیق ید السارق، ج3، ص131، حدیث:1452

(2) مسلم، کتاب الحدود، باب قطع السارق... الخ، ص927، حدیث:1688

(3) التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی، ج2، ص618، بہار شریعت، حصہ9، ج2، ص421

(4) الدر المختار، کتاب السرقۃ، ج6، ص132-138

البحر الرائق، کتاب السرقۃ، ج6، ص84-86

الفتاوی الھندیۃ، کتاب السرقۃ، الباب الاول فی بیان السرقۃ ... الخ، ج2، ص170

حد سرقہ کا حکم کیسے ثابت ہو گا:

چوری کی حد کا حکم اس وقت ثابت ہو گا جب درج ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت پائی جائے:

- **اقرار:** یعنی چور خود اقرار کرے اور اس میں چند بار کی حاجت نہیں صرف ایک بار کافی ہے۔
- **شہادت:** یعنی جب دو مرد گواہی دیں کہ اس نے چوری کی ہے، اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا البتہ مال کا تاوان دلایا جائے گا۔[1]

حد سرقہ اور آئین پاکستان:

ابتدائیہ: یہ ضروری تصور کیا گیا ہے کہ قانونِ ہذا کے ذریعہ جائیدادہائے اَملاک کی نسبت سے جرائم کے موجودہ قوانین کو اس طرح ترمیم کر دیا جائے کہ انہیں اسلامی احکامات جیسا کہ قرآن وحدیث میں تصریح کردہ ہیں کے مطابق بنایا جاسکے۔

لہٰذا 5 جولائی 1977ء کے اعلان بموجب خواندگی قوانین کا فرمان بابت 1977ء کے تحت تمام ایسے اختیارات کو استعمال میں لاتے ہوئے جو اس سلسلہ میں انہیں بااختیار بناتے ہیں صدرِ پاکستان بخوشی درج ذیل حکم جاری فرماتے ہیں:

- آرڈیننس ہذا کو جرائم بر خلاف املاک کا آرڈیننس مجریہ 1979ء کہا جائے گا۔
- یہ پورے پاکستان میں نافذ ہو گا۔
- اس کا نفاذ 12 ربیع الاول 1399ھ یعنی 10 فروری 1979ء سے ہو گا۔[1]

---

(1) التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی، ج2، ص612، 615

الدرالمختار، کتاب السرقۃ، ج6، ص138

سزا (Punishment):

قانون ہذا کی دفعہ نو (۹) چوری مستوجب حد کے بارے میں وضاحت کرتی ہے، اس دفعہ کے مطابق:

- جو کوئی پہلی بار چوری مستوجب حد کا مرتکب ہو گا، اس کے دائیں ہاتھ کو کلائی کے جوڑ سے کاٹ دینے کی سزا دی جائے گی۔
- جو کوئی دوسری بار چوری مستوجب حد کا مرتکب ہو گا، اس کے بائیں پاؤں کو ٹخنے تک کاٹ دینے کی سزا دی جائے گی۔
- جو کوئی تیسری بار یا اس کے بعد کسی وقت بھی چوری مستوجب حد کا مرتکب ہو گا، اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی۔
- ضمنی دفعہ ایک اور دو کے تحت سزا پر عمل درآمد اس وقت تک نہیں کیا جائے گا جب تک سزا کی توثیق اس عدالت نہیں ہو جاتی جس میں سزا کے حکم کے خلاف رجوع کی اپیل ہو سکتی ہو، اور ایسے وقت تک قیدی کے ساتھ قید محض کے سزاوار قیدی جیسا سلوک کیا جائے گا۔[2]

حد سرقہ کا حکم کب ثابت ہو گا:

اس قانون کے دفعہ (5) کے تحت چوری کی حد کا حکم لازم ہو گا:

جب کوئی بالغ خفیہ طور پر، کسی محفوظ مقام سے نصاب کی مالیت یا اس سے زیادہ کی املاک، بشرطیکہ وہ مسروقہ املاک نہ ہو، کی چوری کا مرتکب ہو گا۔[3]

---

(1) قوانین الحدود و تعزیرات، ص 62-63

(2) قوانین الحدود و تعزیرات، ص 125-126

(3) قوانین الحدود و تعزیرات، ص 80

اور دفعہ چھ (۶) کے مطابق نصاب برائے چوری مستوجب حد بوقت چوری، چار اعشاریہ چار پانچ سات (4.457) گرام سونا یا اسی مالیت کی دیگر املاک ہو گا۔[1]

حد سرقہ کا حکم کیسے ثابت ہو گا:

اس قانون کے دفعہ (۷) کے تحت چوری کی حد کا حکم درج ذیل صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں ہو گا:

- ملزم چوری مستوجب حد کے ارتکاب کا اقبال یا اقرار کرلے۔
- کم از کم دو بالغ مسلمان مرد گواہ، جن کے متعلق عدالت کو تزکیہ شہود کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اطمینان ہو کہ وہ صادق القول اشخاص ہیں اور بڑے گناہوں سے اجتناب کرنے والے ہیں، اور وقوعہ کے عینی شاہد کے طور پر گواہی دیں، بشرطیکہ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو چشم دید گواہان بھی غیر مسلم ہو سکتے ہیں۔[2]

The Offences against Property (Enforcement of Hudood) Ordinance (VI OF 1979)

[10th February, 1979]

An Ordinance to bring in conformity with the injunctions of Islam the law relating to certain offences against property Preamble: Whereas it is necessary to modify the existing law relating to certain offences against property, so as to bring it in conformity with the injunctions of Islam as set out in the Holy Qur'an and Sunnah.

---

(1) قوانین الحدود و تعزیرات، ص 96

(2) قوانین الحدود و تعزیرات، ص 103

And, whereas the President is satisfied that circumstances exist which render it necessary to take immediate action;

Now, Therefore, in pursuance of the Proclamation of the Fifth day of July, 1977, read with the Laws (Continuance in Force) Order, 1977 (C.M.L.A. Order No. 1 of 1977), and in exercise of all powers enabling him in that behalf, the President is pleased to make and promulgate the following Ordinance :-

1. Short title, extent and commencement.

(1) This Ordinance may be called the Offences Against Property (Enforcement of 'Hudood') Ordinance, 1979.

(2) It extends to the whole of Pakistan.

(3) It shall come into force on the twelfth day of Rabi-ul-Awwal, 1399 Hijri that is, the 10th day of February 1979.

9. Punishment of theft liable to 'hadd':

(1) Whoever commits theft liable to 'hadd' for the first time shall be punished with amputation of his right hand from the joint of thewrist.

(2) Whoever commits theft liable to 'hadd' for the second time shall be punished with amputation of his left foot up to the ankle.

(3) Whoever commits theft liable to 'hadd' for the third time, or any time subsequent thereto, shall be punished with imprisonment for life.

(4) (Punishment under sub-section (1) or sub-section

5. Theft liable to Hadd:
Whoever, being an adult, surreptitiously commits, from any 'hirz', theft of property of the value of the 'nisab' or more not being stolen property, knowing that it is or is likely to be of the value of the 'nisab' or more is, subject to the provisions of this Ordinance, said to commit theft liable to 'hadd'.

6. **Nisab:** The 'nisab' for theft liable to 'hadd' is four decimal four five seven(4.457) grams of gold, or other property of equivalent value, at the time of theft.

(2) shall not be executed unless it is confirmed by the Court to which an appeal from the order of conviction lies, and, until the punishment is confirmed and executed the convict shall be dealt with in the same manner as if sentenced to simple imprisonment.

7. Proof of theft liable to hadd:
The proof of theft liable to hadd shall be in one of the following forms, namely:-

(a) the accused pleads guilty of the commission of theft liable to'hadd'; and

(b) at least two Muslim adult male witnesses, other than the victim of the theft, about whom the Court is satisfied, having regard to the requirements of 'tazkiyah-al-shuhood,'that they are truthful persons and abstain from major sins (kabair), give evidence as eyewitnesses of the occurrence.

Provided: that, if the accused is a non-Muslim, the eye-witnesses may be non-Muslim.[1]

---

https://www.refworld.org/pdfid/4dd101512.pdf (1)

حرابہ

عربی زبان میں راہزنی کرنے اور ڈاکہ ڈالنے کو "حِرابہ، مُحاربہ یا قطعُ الطریق" کہتے ہیں۔

فقہائے احناف نے حرابہ کی تعریف کو سرقہ کی تعریف کے ساتھ ملادیا ہے، کیونکہ ڈاکہ بڑی چوری ہے لیکن یہ مطلقاً چوری نہیں ہے، کیونکہ خفیہ طریقہ سے کسی چیز کو لینا چوری کہلاتا ہے، چور، محافظ، امام یا مالک سے چھپ کر کوئی چیز لیتا ہے، اور ڈاکو علانیہ مار دھاڑ کر کے لوٹتا ہے۔[1]

راہزنی گناہ کبیرہ و حرام ہے، قوم لوط کا طریقہ کار ہے، اور بہت سارے گناہوں کا مجموعہ ہے، راہزنی کرنے والے لوگ دنیا میں سزا کے حق دار ہیں اور ذلت و رسوائی ان کا مقدر ہے، یہاں تک کہ اگر ڈاکے کے دوران مارے جائیں تو ان کو غسل دیا جائے اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے، جبکہ آخرت میں ان سے بڑے عذاب کا وعدہ ہے۔

حد حرابہ اور قانون اسلامی:

اسلامی قانون کے مطابق جب راہزنی کا ثبوت ہو جائے تو اس کی درج ذیل سزائیں ہیں۔

(1) قتل کر دیا جائے۔

(2) سولی چڑھا دیا جائے۔

(3) سیدھا ہاتھ اور الٹا پاؤں کاٹ دیا جائے۔

(4) جلاوطن کر دیا جائے، اس سے مراد قید کر لینا ہے۔

اس سزا کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ڈاکوؤں نے کسی مسلمان یا ذمی کو قتل کیا اور مال نہ لیا تو انہیں قتل کیا جائے۔

---

(1) شرح صحیح مسلم، ج4، ص645

اگر قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا تو بادشاہِ اسلام کو اختیار ہے کہ ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کر ڈالے یا سولی دیدے یا ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرے پھر اس کی لاش کو سولی پر چڑھادے یا صرف قتل کردے یا قتل کر کے سولی پر چڑھادے یا فقط سولی دیدے۔

اگر قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا تو ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔

اگر نہ مال لوٹا نہ قتل کیا صرف ڈرایا دھمکایا تو اس صورت میں انہیں قید کر لیا جائے یہاں تک کہ صحیح توبہ کر لے۔[1]

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِؕ[2]

ترجمۂ کنزالایمان: وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیے جائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان مرد شہادت دے کہ اللہ ایک ہے اور محمد، اللہ کے رسول ہیں، اس کا خون حلال نہیں مگر تین وجہ سے، محصن ہو کر زنا کرے تو وہ رجم کیا جائے گا، اور جو شخص اللہ و رسول (یعنی مسلمانوں) سے لڑنے کو نکلا تو وہ قتل کیا جائے گا یا اسے سولی دی جائے گی یا جلاوطن کر دیا جائے گا اور جو شخص کسی کو قتل کرے گا تو اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔[3]

---

(1) عالمگیری، کتاب السرقۃ، الباب الرابع فی قطاع الطریق، ج2، ص186

درمختار، کتاب السرقۃ، باب قطع الطریق، ج6، ص181-183

(2) پ6، المائدۃ:33

(3) سنن ابوداود، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن ارتد...الخ، ج4، ص169، حدیث: 4353

(۵) تاوان

یعنی کہ وہ مال جو ڈاکے کے وقت لیا گیا تھا، اگر ڈاکوؤں کے پاس موجود ہے تو مالک کو واپس دلائیں گے اور اگر نہیں ہے، تو تاوان نہیں اگرچہ انہوں نے خود ضائع کر دیا ہو۔[1]

حد حرابہ کا حکم کب ثابت ہوگا:

راہزنی کی سزا تب ملے گی جب اس میں درج ذیل شرائط پائی جائیں:

- ان میں اتنی طاقت ہو کہ راہ گیر ان کا مقابلہ نہ کر سکیں اب چاہے ہتھیار کے ساتھ ڈاکہ ڈالا یا لاٹھی لے کر یا پتھر وغیرہ سے۔
- بیرونِ شہر راہزنی کی ہو یا شہر میں رات کے وقت ہتھیار سے ڈاکہ ڈالا۔
- دارُ الاسلام میں ہو۔
- چوری کی سب شرائط پائی جائیں۔
- توبہ کرنے اور مال واپس کرنے سے پہلے بادشاہِ اسلام نے ان کو گرفتار کر لیا ہو۔[2]

حد حرابہ کا حکم کیسے ثابت ہوگا:

راہزنی کی حد کا حکم اس وقت ثابت ہوگا جب درج ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت پائی جائے:

- **اقرار:** یعنی ڈاکو خود اقرار کریں اور اس میں چند بار کی حاجت نہیں صرف ایک بار کافی ہے۔
- **شہادت:** یعنی جب دو مرد گواہی دیں کہ انہوں نے راہزنی کی ہے۔[1]

---

(1) التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی، ج2، ص670

بہار شریعت، حصہ 9، ج2، ص422

(2) عالمگیری، کتاب السرقۃ، الباب الرابع فی قطاع الطریق، ج2، ص186

حد حرابہ اور آئین پاکستان:

ابتدائیہ: یہ ضروری تصور کیا گیا ہے کہ قانون ہذا کے ذریعہ جائید ادہائے املاک کی نسبت سے جرائم کے موجودہ قوانین کو اس طرح ترمیم کر دیا جائے کہ انہیں اسلامی احکامات جیسا کہ قرآن وحدیث میں تصریح کردہ ہیں کے مطابق بنایا جا سکے۔

لہٰذا 5 جولائی 1977ء کے اعلان بموجب خواندگی قوانین کا فرمان بابت 1977ء کے تحت تمام ایسے اختیارات کو استعمال میں لاتے ہوئے جو اس سلسلہ میں انہیں بااختیار بناتے ہیں صدر پاکستان بخوشی درج ذیل حکم جاری فرماتے ہیں:

- آرڈیننس ہذا کو جرائم بر خلاف املاک کا آرڈیننس مجریہ 1979ء کہا جائے گا۔
- یہ پورے پاکستان میں نافذ ہو گا۔
- اس کا نفاذ 12 ربیع الاول 1399ھ یعنی 10 فروری 1979 سے ہو گا۔[2]

سزا (Punishment):

قانون ہذا کی دفعہ سترہ (۱۷) حرابہ مستوجب حد کے بارے میں وضاحت کرتی ہے، اس دفعہ کے مطابق:

- جو کوئی بالغ حرابہ کا مجرم ہو، جس کے دوران نہ تو کسی قتل کا ارتکاب ہوا ہو، نہ ہی کوئی مال لوٹا گیا ہو، تو اسے کوڑوں کی سزا دی جائے گی جو تیس (۳۰) کوڑوں سے زیادہ نہ ہوگی۔ نیز اس وقت تک قید بامشقت کی سزا، جب تک کہ عدالت کی اس کے تائب ہونے کے متعلق تسلی نہ ہو جائے۔ بشرط یہ کہ سزائے قید کسی صورت میں تین سال سے کم نہ ہوگی۔

---

(1) التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی، ج 2، ص 646

(2) قوانین الحدود و تعزیرات، ص 62-63

- جو کوئی بالغ حرابہ کا مجرم ہو، جس کے دوران کوئی مال نہ لوٹا گیا ہو، لیکن کسی شخص کو ضرر پہنچایا گیا ہو تو اسے ضمنی دفعہ (۱) میں مقررہ کردہ سزا کے علاوہ اس طرح ضرر پہنچانے کے جرم میں ایسے دیگر رائج الوقت قانون کے مطابق سزا دی جائے گی جو قابل اطلاق ہو۔
- جو کوئی بالغ حرابہ کا مجرم ہو، جس کے دوران کوئی قتل نہ ہوا ہو، لیکن مال، جس کی مالیت نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو، لوٹا گیا ہو، تو اسے، اس کا دایاں ہاتھ کلائی سے اور بایاں پاؤں ٹخنے سے کاٹنے کی سزا دی جائے گی۔ بشرطیکہ جب حرابہ کا ارتکاب ایک سے زیادہ اشخاص نے مل کر کیا ہو تو عضو قطع کرنے کی سزا صرف اس صورت میں عائد کی جائے گی، جب ان میں سے ہر ایک کے حصہ کی قیمت نصاب سے کم نہ ہو۔
- جو کوئی بالغ حرابہ کا مجرم ہو، جس کے دوران میں اس نے قتل کا ارتکاب کیا ہو، تو اسے بطور حد عائد کردہ موت کی سزا دی جائے گی۔

ضمنی دفعہ تین اور چار کے تحت سزا پر عمل درآمد اس وقت تک نہیں کیا جائے گا جب تک سزا کی توثیق اس عدالت نہیں ہو جاتی جس میں سزا کے حکم کے خلاف رجوع کی اپیل ہو سکتی ہو، اور سزا قطع عضو کی ہو تو اس کی توثیق اور عمل درآمد ہونے تک قیدی کے ساتھ قید محض کے سزاوار قیدی جیسا سلوک کیا جائے گا۔[1]

حد حرابہ کا حکم کب ثابت ہو گا:

اس قانون کے دفعہ (۱۵) کے تحت راہزنی کی حد کا حکم لازم ہو گا: جب کوئی ایک یا زائد اشخاص، خواہ ہتھیاروں سے مسلح ہوں نہ یا نہ ہوں، کسی دیگر شخص کا مال لوٹنے کے لیے طاقت

---

(1) قوانین الحدود و تعزیرات، ص200-201

استعمال کریں، اور اس پر حملہ آور ہوں، یا مزاحمت بے جا کے مرتکب ہوں، یا اسے جان سے مار دینے یا ضرر پہنچانے کے خوف میں مبتلا کریں۔ [1]

حد حرابہ کا حکم کیسے ثابت ہو گا:

اس قانون کے دفعہ (۱۶) کے تحت راہزنی کی حد کا حکم درج ذیل صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں ہو گا:

- ملزم حرابہ مستوجب حد کے ارتکاب کا اقبال یا اقرار کرلے۔
- کم از کم دو بالغ مسلمان مرد گواہ، جن کے متعلق عدالت کو تزکیہ شہود کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اطمینان ہو کہ وہ صادق القول اشخاص ہیں اور بڑے گناہوں سے اجتناب کرنے والے ہیں، اور وقوعہ کے عینی شاہد کے طور پر گواہی دیں، بشرطیکہ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو چشم دید گواہان بھی غیر مسلم ہو سکتے ہیں۔ [2]

The Offences against Property (Enforcement of Hudood) Ordinance (VI OF 1979)

[10th February, 1979]

An Ordinance to bring in conformity with the injunctions of Islam the law relating to certain offences against property Preamble: Whereas it is necessary to modify the existing law relating to certain offences against property, so as to bring it in conformity with the injunctions of Islam as set out in the Holy Qur'an and Sunnah.

---

(1) قوانین الحدود و تعزیرات، ص 184

(2) قوانین الحدود و تعزیرات، ص 198

And, whereas the President is satisfied that circumstances exist which render it necessary to take immediate action;

Now, Therefore, in pursuance of the Proclamation of the Fifth day of July, 1977, read with the Laws (Continuance in Force) Order, 1977 (C.M.L.A. Order No. 1 of 1977), and in exercise of all powers enabling him in that behalf, the President is pleased to make and promulgate the following Ordinance :-

1. Short title, extent and commencement.

(1) This Ordinance may be called the Offences Against Property (Enforcement of 'Hudood') Ordinance, 1979.

(2) It extends to the whole of Pakistan.

(3) It shall come into force on the twelfth day of Rabi-ul-Awwal, 1399 Hijri that is, the 10th day of February 1979.

17. Punishment of 'Haraabah':

(1) Whoever, being an adult, is guilty of harrabah in the course of which neither any murder has been committed nor any property has been taken away shall be punished with whipping not exceeding thirty stripes and with rigorous imprisonment until the Court is satisfied of his being sincerely penitent:

Provided that the sentence of imprisonment shall in no, case be less than three years.

(2) Whoever, being an adult, is guilty of haraabah in the course of which no property has been taken

away but hurt has been caused to any person shall, in addition to the punishment provided in sub-section (1), be punished for causing such hurt in accordance with such other law as may for the time being are applicable.

(3) Whoever, being an adult, is guilty of haraabah in the course of which no murder has been committed but property the value of which amounts to or exceeds, the nisab has been taken away shall be punished with amputation of his right hand from the wrist and of his left foot from the ankle :**Provided** that, when the Offence of haraabah has been committed conjointly by more than one person, the punishment of amputation shall be imposed only if the value of share of each one of them is not less than the nisab:

(4) Whoever, being an adult, is guilty of haraabah in the course of which he commits murder shall be punished with death imposed as hadd. with in the same manner as if sentenced to simple imprisonment.

(5) Punishment under sub-section (3) except that under the second proviso thereto, or under sub-section (4), shall not be executed unless it is confirmed by the Court to which an appeal from the order of conviction lies, and if the punishment be of amputation, until it is confirmed and executed, the convict shall be dealt with in the same manner as if sentenced to simple imprisonment.

15. Definition of 'Haraabah':

When any one or more persons, whether equipped with arms or not, make show of force for the purpose of taking away the property of another and attack him

or cause wrongful restraint or put him in fear of death or hurt such person or persons, are said to commit 'haraabah'.

16. **Proof of 'Haraabah':** The provisions of Section 7 shall apply mutatis mutandis for the proof of haraabah.[1]

چار گواہ اور بیچاری عورت[2]

آج تو اپنی جیت پکی ہے، میرے سوالات کے سامنے اسے ہار ماننی ہی پڑے گی، شیخ صاحب خیالات کی دنیا میں میدان مار چکے تھے بس اسے عملی شکل دینے کے لیے منزل کی طرف رواں تھے۔

کچھ دیر بعد شیخ صاحب مولانا کے گھر بیٹھے تھے، خیر خیریت کا سلسلہ جاری تھا اور بسکٹ کے ساتھ چائے پیش کی جاچکی تھی۔

لگتا ہے کوئی اچھی خبر ملی ہے جو اتنے خوش خوش نظر آرہے ہیں، شیخ صاحب کے چہرے پر معمول سے ہٹ کر خوشی کو دیکھ کر مولانا نے کہا۔

ارے میاں! شیخ صاحب نے چائے کا کپ رکھتے ہوئے کہا، خوشی کی خبر کہاں، یہاں تو قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔

اللہ خیر فرمائے! ہوا کیا ہے؟ سب ٹھیک تو ہے، بتائیں تو سہی، آپ کو تو پتا ہے دنیا جہاں کی زیادہ خبر نہیں رکھتا، مولانا نے کہا۔

---

(1) https://www.refworld.org/pdfid/4dd101512.pdf

(2) 10 ستمبر 2020 بروز جمعرات کو رات کے وقت لاہور سے سیالکوٹ جاتے ہوئے ایک خاتون کے ساتھ اجتماعی زیادتی کا واقعہ پیش آیا تھا، جس کے نتیجے میں بعض اسلام مخالف لوگوں نے حادثے کی آڑ میں دین اسلام پر اعتراض کیا تھا، یہ تحریر اس اعتراض کے جواب پر مشتمل ہے۔12 منہ

شیخ صاحب نے ایک ہی سانس میں موٹروے والا واقعہ سنا دیا اور جتنی تفصیل پتا تھی ایک ایک کر کے ساری بتا دی۔

آہ صد آہ! افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مولانا کہنے لگے: اسلامی ملک ہے، مسلمان زیادہ رہتے ہیں پھر بھی کیسے واقعات تسلسل کے ساتھ سامنے آرہے ہیں، ہم تو ایک وقت سے کہتے چلے آرہے ہیں اسلامی نظام لاؤ وگرنہ سدھار کی کوئی صورت نہیں، سرعام سزائیں نافذ کرو ورنہ وحشیوں سے بچاؤ کا کوئی حل نہیں۔

ہاں بالکل صحیح کہا آپ نے، شیخ صاحب نے ظاہری تائید کی پھر اپنے مدعا پر آتے ہوئے کہنے لگے:

مولانا صاحب! لیکن یہ تو بتائیں کہ اسلام اس عورت کو کیسے انصاف دے گا اور مجرم کو کیسے سزا ملے گی؟

مولانا: کیوں شیخ صاحب! آپ کو نہیں معلوم کیا؟ مظلوم کی دادرسی ہو یا جرم کی حوصلہ شکنی یا پھر جرائم کی سزاؤں کا نفاذ ہر معاملے میں اسلام کی سنہری اور حکمت بھری تعلیمات موجود ہیں، لہٰذا اس واقعے میں بھی عورت کے ساتھ انصاف ہو گا اور مجرم کو سزا ملے گی مگر شرط یہ ہے کہ پوری کاروائی اسلامی نظریہ کے مطابق ہو۔

شیخ صاحب کہنے لگے: اچھا ایسا ہے تو بتائیے گا کہ اس موٹروے والے کیس میں زنا کی سزا کا حکم کیسے ثابت ہو سکے گا اور کیسے مجرم کا جرم ثابت ہو گا کیونکہ اسلام میں تو چار گواہ کے بغیر زنا کی سزا نافذ نہیں ہوتی بلکہ الٹا کہنے والے پر قذف کی سزا جاری کی جاتی ہے، اب مولانا! آپ ہی بتائیں کہ اسلام اس عورت کو انصاف دیکر مجرم کو سزا دے گا یا پھر عورت پر ہی قذف کی سزا جاری کر دے گا کیونکہ سنسان سڑک پر رات کے اندھیرے میں بیچاری عورت چار گواہ بھلا کہاں سے لائے گی۔

اچھا تو یہ تھی وہ بات جس نے صبح صبح آپ کو میرے گھر آنے پر مجبور کر دیا تھا، مولانا سوال کے انداز سے شیخ صاحب کی نیت سمجھ چکے تھے اور جان چکے تھے کہ

مقصد انصاف کی بات نہیں اسلام پر اعتراض ہے،ورنہ یہ کس کو پتا نہیں کہ بغیر گواہ اور شواہد و قرائن کے دنیا کا کوئی بھی قانون فیصلہ نہیں کرتا، یہ الگ بات ہے کہ ہر کسی کا معیار الگ ہے۔

مولانا نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا: بات تو درست کہی آپ نے، اس واقعہ میں چار گواہ تو لانا ظاہری طور پر ناممکن ہے لیکن یہ فرمایئے گا کہ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح اسلامی تعلیمات کے مطابق مجرم کو سزا نہیں ملے گی اور عورت کا حق مارا جائے گا بلکہ الٹا عورت پر قذف جاری ہوگی؟ شیخ صاحب! اپنی معلومات بڑھائیں اور کچھ کہنے سے پہلے مطالعہ ضرور کرلیا کریں، خبر نہیں آپ کو! اسلام میں جرائم کی سزائیں تین طرح کی ہیں،

- حدود
- تعزیر
- قصاص

زنا کی سزا کے لیے جو چار گواہ ضروری ہیں وہ سزا حدود میں آتی ہے جبکہ تعزیر کی سزا کے لیے چار گواہوں کی کوئی شرط نہیں بلکہ تعزیر تو اس وقت بھی نافذ ہو سکتی ہے جب اکیلی عورت بھی کسی مرد کے خلاف زنا کا دعوی کرے اور حالات و قرائن بھی اس کی تائید کریں، اور ایسی صورت میں ہر گز عورت پر قذف کا حکم جاری نہیں ہوگا۔

شیخ صاحب کے لیے تعزیر کی بات نئی تھی اس لیے کہنے لگے: حدود اور تعزیر میں فرق کیا ہے؟ اور تعزیر میں کیا سزا ہو سکتی ہے؟ مولانا: حدود شریعت کی طرف سے متعین سزاؤں کو کہتے ہیں جبکہ تعزیر کی سزا شریعت کی طرف سے طے نہیں ہے، جرم مجرم اور حالات کے اعتبار سے یہ نافذ ہوتی ہے، ڈانٹ ڈپٹ، شرم اور عار دلانے سے لیکر سزائے موت تک کا حکم تعزیر میں دیا جا سکتا ہے۔

جیت کے بجائے شکست کھاکر شیخ صاحب نے الوداعی کلمات کہے اور ٹھیک ہے پھر میں چلتاہوں کہتے ہوئے مولانا کے گھر سے رخصت ہوگئے۔

شیخ سعید رمضان بوطی کی حیات وخدمات، ایک مختصر جائزہ

نسیم شام، شہیدِ محراب سعید رمضان بن ملا رمضان بوطی کی شخصیت باکمال ہے ،آپ کے تجدیدی کارنامے، قلمی خدمات اور فکری دروس بعد والوں کے لیے ہمیشہ مشعل راہ ثابت ہوں ہیں۔ آپ کی حیات وخدمات کا ایک مختصر جائزہ ذیل میں پیش کیا جارہاہے۔

ولادت: شیخ بوطی کی پیدائش 1929ء-1347ھ میں شام، عراق اور ترکی کی سرحدوں کے درمیان دریائے دجلہ کے کنارے واقع ایک گاؤں میں ہوئی۔ اس گاؤں کو "جلکا" کہا جاتا ہے، یہ گاؤں جزیرۂ ابن عمر معروف بہ جزیرۂ بوطان میں شمار ہوتا ہے۔ بعد میں آپ کے والد ملا رمضان البوطی اتاترک کی دین دشمنی کے سبب یہاں سے ہجرت کرکے دمشق چلے گئے۔

تعلیمی مراحل: دمشق میں شیخ بوطی کی تعلیم کا آغاز "سروجا" نامی علاقے کے ایک ابتدائی مدرسہ سے ہوا، لیکن تعلیم صرف مدرسہ تک محدود نہ تھی بلکہ آپ کے والد جو کہ خود بہت بڑے عالم دین تھے، آپ کی تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے، چنانچہ اس مرحلے کی تعلیم پر کلام کرتے ہوئے خود شیخ بوطی فرماتے ہیں:"اس کے بعد میرے والد میرے استاد تھے، انہوں نے پہلے مجھے اسلامی عقیدے کے اصول سکھائے، پھر ایک مختصر رسالہ بنام "**ذخیرۃ اللبیب فی سیرۃ الحبیب**" سے پیارے آقا، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پڑھائی۔ اس کے

بعد انہوں نے صرف و نحو جیسے علوم آلی پڑھانے شروع کر دیے۔ ساتھ ساتھ الفیہ ابن مالک حفظ کرنے کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا، انداز یہ ہوتا کہ آپ روزانہ الفیہ کے پانچ یا چھ شعر سمجھاتے اور میں انہیں دن ہی دن میں یاد کر لیتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے ایک سال سے بھی کم عرصے میں پوری الفیہ یاد کر لی۔ اسی عرصے میں والد ماجد نے فقہ میں عمریطی کی بارہ سو اشعار پر مشتمل نظم "**کلم الغایۃ والتقریب**" بھی یاد کروادی تھی۔"

جب آپ تیرہ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ بعد ازاں آپ کے والد نے ترک خاندان کی ایک نیک خاتون سے دوسری شادی کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کُرد اور عربی زبان کے علاوہ ترکی زبان بھی جانتے تھے۔

ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد ثانوی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور اس کے لیے آپ شیخ حسن حبانکہ المیدانی کے حوالے کیے گئے۔ چنانچہ شیخ بوطی خود فرماتے ہیں: "میرے والد نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے بتایا کہ جو راستہ خدا کی طرف جاتا ہے وہ اس کی ذات کی معرفت اور اس کے دین کا علم ہے، اسی لیے میں نے تمہیں اس راستے پر لے جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ پھر والد محترم نے مجھ پر بہت زور دیا اور اس راستہ پر گامزن رہنے کی بہت تاکید کی۔

کچھ دنوں کے بعد وہ مجھے شیخ حسن حبانکہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر لے گئے، اور مجھے ان کی نگہبانی میں ان کے ادارے میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ اس دن کے بعد میرا گھر سے رابطہ منقطع ہو گیا اور میں "معہد التوجیہ الاسلامی" کا رہائشی طالب علم بن کر پڑھنے لگا۔

ہر ہفتے منگل کے دن اپنے والد سے ملنے گھر آیا کرتا اور ان کے ساتھ وقت گزارتا پھر شام کو واپس چلا جاتا تھا۔ کوشش ہوتی تھی کہ اس دن بھی اپنے والد

سے زیادہ اسباق پڑھ سکوں۔ منگل کی اس پڑھائی میں نحو و بلاغۃ کے اسباق شامل ہوتے تھے، امام سیوطی کی "**عقود الجمان**" بھی میں نے اس دوران حفظ کرلی، کچھ منطق کے اسباق پڑھ لیے اور اصول میں شرح جمع الجوامع بھی مکمل کرلی۔"

حفظ قرآن: چونکہ شیخ بوطی حافظ قرآن نہیں تھے آپ کے بعض اساتذہ نے آپ کو رغبت دلائی اور قرآن کریم حفظ کرنے کا ذہن دیا، آپ نے بھی ان کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے حفظ شروع کردیا لیکن آپ حفظ نہ کرسکے۔ وجہ یہ بنی کہ آپ کے والد ماجد نے آپ کی اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ جہاں حفظ قرآن کے بہت سارے فضائل اور بشارتیں ہیں وہیں اسے بھلا دینا بھی بہت بڑا گناہ ہے اور بھلانے والے کے لیے بڑی وعیدات ہیں۔ ہاں! اتنا ضرور ہے کہ آپ اگرچہ حافظ تو نہ بنے لیکن تلاوت قرآن بکثرت کیا کرتے، یہاں تک کہ ہر تین دن میں ایک ختم قرآن کرتے تھے۔

جب آپ کی عمر اٹھارہ سال ہوئی تو آپ نے نکاح کیا، جس سے آپ کے چھ بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔

عمر کے اس حصے میں شیخ بوطی کو عصری اور قدیم ادیبوں کی ادبی کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ان ادباء میں سرفہرست یہ حضرات شامل ہیں، جاحظ اور مازنی وغیرہ۔

1952ء میں آپ نے پہلا تحریری کارنامہ انجام دیا اور مقالہ بعنوان "**امام المرآۃ**" پیش کیا، جسے مجلہ تمدنی اسلامی نے شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس کے بعد آپ کے مقالات کی ایک لڑی بن گئی اور اسی مجلہ میں وہ شائع ہوتے رہے۔

1953ء میں "**مَعْهَدُ التوجيه الاسلامِیْ**" میں آپ کی ثانوی تعلیم کا دور ختم ہوا اور شیخ حسن حبانکہ کے ہاں چھ سال کا تعلیمی سفر اپنے اختتام کو پہنچا۔ اس کے بعد

1954 میں مزید تعلیم کے لیے آپ نے قاہرہ کارخ کیا اور جامعہ ازہر میں داخلہ لیا۔ چنانچہ شیخ بوطی خود فرماتے ہیں:"ثانوی تعلیم کی تکمیل کے بعد مزید تعلیم کے لیے میں جامعہ ازہر چلا گیا۔ وہاں1954ء سے 1955ء تک میرا معمول تھا کہ ہر ہفتے ایک ادبی یا سماجی مضمون لکھتا اور جریدہ بنام "**الایام**" کو بھیج دیتا اور وہ اسے "**من أسبوع إلى أسبوع**" کے عنوان سے شائع کرتے تھے۔"

1955ء میں آپ نے جامعہ ازہر کی فیکلٹی، فیکلٹی آف شریعہ سے شریعہ کی ڈگری مکمل کی اور دمشق واپس لوٹ آئے۔ پھر1956ء میں جامعہ ازہر کی فیکلٹی، کلیہ لغۃ العربیہ سے ایک سالہ ڈپلومہ کیا۔

تدریسی خدمات:1958 میں آپ حمص میں " التَربِیۃُ الدِینیۃ " کے استاذ مقرر کیے گئے۔

اس کے بعد آپ جامعہ دمشق کی فیکلٹی آف شریعہ میں لیکچرار مقرر کیے گئے اور پھر وہاں سے "فقہ واصول فقہ" کے مضمون میں پی ایچ ڈی کرنے کے لیے جامعہ ازہر بھیج دیے گئے۔ وہاں آپ نے "**ضوابط المصلحۃ فی الشریعۃِ الإسلامیۃ**" کے نام سے تھیسز لکھا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری مکمل کی۔

1965ء میں آپ جامعہ دمشق کی فیکلٹی آف شریعہ میں پہلے بطور اسسٹنٹ پروفیسر، پھر پروفیسر کے طور پر مقرر ہوئے۔ اسی جامعہ میں آپ کی ترقی ہوتی رہی یہاں تک 1975ء میں فیکلٹی آف شریعہ کے وائس ڈین اور 1977ء میں اس کے ڈین مقرر کیے گئے۔اس کے بعد آپ شعبہ "عقائد اور ادیان" کے صدر شعبہ مقرر ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک ان مناصب پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔

آپ نے بے شمار قومی اور بین الاقوامی سیمناروں اور کانفرنس میں شرکت فرمائی اور متعدد علمی اور سماجی تنظیموں کی رکنیت سے سرفراز کیے گئے۔ چنانچہ آپ اردن کے اہل بیت فاونڈیشن برائے فکر اسلامی، آکسفورڈ اکیڈمی کی سپریم کونسل اور دبئی کی طابہ فاونڈیشن کی مجلس مشاورت کے رکن تھے۔

دروس و بیان: شیخ بوطی نے تحصیل علم کے ساتھ ساتھ ہی ترویج علم کا سلسلہ بھی شروع کردیا تھا۔ سترہ سال کی عمر سے پہلے پہلے ہی آپ نے خطابت ودرس کا سلسلہ شروع کردیا۔ گزرتے وقت کے ساتھ آپ کے دروس اور علمی حلقوں کا طوطی بولتا تھا، جوانان دمشق آپ کے دروس میں بڑے شوق اور ذوق سے شرکت کرتے تھے۔ پہلے آپ "**مسجد السنجقدار**" میں ہفتہ میں دو بار درس دیتے تھے لیکن شائقین کی بڑھتی تعداد کی وجہ سے پھر آپ "**مسجد الایمان**" کی طرف منتقل ہوگئے۔ یہ مسجد پہلے سے زیادہ طویل و عریض تھی۔ اس کے علاوہ اپنے والد ماجد ملا رمضان بوطی کی مسجد میں بھی آپ درس کا اہتمام کرتے تھے۔ ان دروس میں "**الحکم العطائیۃ**" کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔

مختلف عنوانات پر آپ کے دروس اس ویب سائٹ سے حاصل کیے جاسکتے ہیں:"

" https://naseemalsham.com/#drboti-section

تصانیف و تالیفات:

شیخ بوطی نے علمی ورثہ کے طور پر دروس کے ساتھ محقق کتب اور فکری تحقیقات بھی چھوڑیں ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد پچاس سے زائد شمار کی جاتی ہے۔ آپ کی بعض کتابوں کا ترجمہ کئی کئی زبانوں میں ہوچکا ہے۔ مزید یہ کہ آپ کی بعض کتابیں مختلف مسلم ممالک میں بطور نصاب بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ آپ کی بعض کتابوں کے نام یہ ہیں:

1. الإنسان مسير أم مخير
2. هذه مشكلاتنا
3. هذه مشكلاتهم
4. هذا والدى
5. محاضرات فى الفقه المقارن
6. الإسلام ملاذ كلّ المجتمعات الإنسانية
7. الحب فى القرآن ودور الحب فى حياة الإنسان
8. من الفكر والقلب
9. يغالطونك إذ يقولون
10. منهج الحضارة الإنسانية فى القرآن
11. اللامذهبية أخطر بدعة تهدد الشريعة الإسلامية
12. السلفية مرحلة زمنية مباركة وليست مذهب إسلامى
13. شخصيات استوقفتنى
14. المرأة بين طغيان النظام الغربى ولطائف التشريع الربانى
15. لا يأتيه الباطل
16. عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها
17. منهج الحضارة الإنسانية فى الإسلام
18. نقض أوهام المادية الجدلية
19. تجربة التربية الإسلامية فى ميزان البحث
20. أبحاث فى القمة (عشر كتيبات)
21. قضايا فقهية معاصرة

22. تحديد النسل
23. قضايا ساخنة
24. المذاهب التوحيدية والفلسفات المعاصرة
25. التعرف على الذات
26. الإسلام والغرب
27. شرح وتحليل الحكم العطائية (لابن عطاء الله السكندري)
28. فقه السيرة النبوية
29. كبرى اليقينيات الكونية.
30. الجهاد في الاسلام. وغيرها

وفات: نسیم شام شیخ سعید رمضان البوطی شہید محراب ہیں، آپ 21 مارچ 2013ء بروز جمعرات 10 جمادی الاولیٰ 1434ھ کی شام کو جب "مسجد الایمان" کے محراب سے قرآن کریم کی تفسیر کا درس دے رہے تھے عین اس وقت آپ کو ایک خودکش دہشت گردانہ حملے کے ذریعے شہید کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جامع مسجد اموی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی کے پہلو میں اس مجاہد اور علم و دانش کے روشن مینار کو سپرد خاک کیا گیا۔

رسالہ

العقوبات الاسلامیۃ

وعقدۃ التناقض بینہا وبین ما یسمی بطبیعۃ العصر الحدیث

مقدمہ

دین اسلام میں سزائیں دو طرح کی ہیں:

(1)وہ سزائیں جن کی مقدار قرآن و حدیث میں متعین ہے، چاہے کچھ بھی ہو جائے ان میں تبدیلی کی گنجائش نہیں۔

(2)وہ سزائیں جن کو حاکم اسلام کی صواب دید پر چھوڑا گیا ہے، شریعت کی طرف سے انہیں متعین نہیں کیا گیا، البتہ ضروری ہے کہ یہ سزائیں پہلی قسم سے زیادہ نہ ہوں۔

نوع اول:

پہلی قسم کی سزائیں ان جرائم پر دی جاتی ہیں جو معاشرے میں پھیلے تمام جرموں کی اصل واساس ہیں، ان میں کلی طور پر حقوق اللہ کی بے حرمتی ہے، حقوق انسانی کی پامالی ہے یا معاشرتی اخلاق واقدار کی تباہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اس نوع کے جرائم کی وجہ سے براہ راست ضروریات خمسہ تباہ ہو جاتی ہیں، حالانکہ دین اسلام ان کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔

ضروریات خمسہ:

ضروریات خمسہ سے مراد درج ذیل پانچ چیزیں ہیں:

دین، زندگی، عقل، نسل اور مال۔

یہ پانچوں چیزیں ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہیں، اس اہمیت کے پیش نظر انہیں تباہ کرنے والے جرائم کی سزا خود خالق ومالک نے مقرر فرمائی ہے اور اللہ پاک نے واضح

فرامین ان کے بارے میں ارشاد فرمائے ہیں، کسی بھی طرح کی سستی اور خطائے اجتہادی کی گنجائش نہیں چھوڑی گئی، اس لیے ان سزاؤں کی حد بندی کی ذمہ داری اہل علم ودانش کی فکر پر نہیں چھوڑی گئی ہے۔

مقرر سزائیں اور ضروریات خمسہ:

- مرتد[1] کو قتل کیا جائے گا، اس میں دین کی حفاظت ہے۔
- قصاص[2] سے زندگی کی حفاظت ہے، یہ ان کے مذہب کے مطابق ہے جو قصاص کو حد شمار کرتے ہیں[3]۔
- شرابی کو 80 کوڑے مارے جائیں گے، اس میں عقل کی حفاظت ہے۔
- زنا اور قذف کی سزا، اس میں نسب اور عزت کی حفاظت ہے۔
- چوری اور ڈاکے کی سزا، اس میں مال ودولت کی حفاظت ہے۔

---

(1) مرتد وہ شخص ہے کہ اسلام کے بعد کسی ایسے چیز کا انکار کرے جو ضروریاتِ دین سے ہو، یعنی زبان سے ایسا کلمۂ کفر بکے جس میں تاویلِ صحیح کی گنجائش نہ ہو۔ یونہی بعض کام بھی ایسے ہوتے ہیں جن سے کافر ہو جاتا ہے مثلاًبُت کو سجدہ کرنا، قرآن پاک کو نجاست کی جگہ پھینک دینا۔

(بہار شریعت حصہ 9، ص 173)

(2) قصاص کا معنیٰ ہے برابری، شریعت میں قتل کرنے یا زخمی کرنے والے کے ساتھ برابری کرنا قصاص کہلاتا ہے، مثال کے طور پر ایک شخص دوسرے کو قتل کر دے تو بدلے میں اسے بھی قتل کیا جائے گا، یا دوسرے کا ہاتھ کاٹ دے تو اس کا بھی ہاتھ ہی کاٹا جائے گا۔

(3) بات یہ ہے کہ فقہا کے درمیان حد کی تعریف میں اختلاف ہے، جمہور فقہا کے نزدیک حد ایسی سزا کو کہتے ہیں جو شریعت میں متعین ہو اور اس میں خالص حق اللہ کی رعایت ہو۔ اس تعریف کے تحت قصاص حدود میں شمار نہیں ہوتا، جبکہ بعض فقہا کہتے ہیں، حد سے مراد وہ سزا ہے جو شریعت میں متعین ہو بس۔ اس تعریف کے تحت قصاص حدود میں شامل ہو جاتا ہے۔

(التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی، ج 2، ص 343)

فائدہ: نوع اول کے جرائم کی سب سے بڑی سزا قتل ہے، پھر جسم کا کوئی حصہ کاٹنا ہے، پھر صرف مار اور پٹائی، یا مارنے کے ساتھ جلاوطنی[1] ہے۔

نوع ثانی:

دوسری نوع کا تعلق ان جرائم سے ہے جو فرعی ہیں اور اساسی جرموں سے متعلق ہیں، نوع اول کے جرائم ضروریات خمسہ کی تباہی کا سبب بنتے ہیں، اور نوع ثانی کے جرائم ضروریات خمسہ کے لیے ضروری اور مفید چیزوں کی بربادی کا وسیلہ بنتے ہیں۔

اللہ پاک نے ان فرعی جرائم کی سزائیں قاضیوں کے اختیار میں دی ہیں کہ جرم کی نوعیت کے اعتبار سے اس کی سزا مقرر کریں، البتہ اس میں مزید کچھ شرائط و قیودات ہیں جن کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

فائدہ: نوع اول کی سزا کو حدود اور نوع ثانی کو تعزیر[2] کہتے ہیں۔

حدود

آج کے جدید زمانے میں یہ سوال لوگوں کے ذہنوں میں اپنی جگہ بنا چکا ہے کہ عصر حاضر میں اسلامی حدود پر عمل ہو سکتا ہے؟ یا پھر اس جدید دور میں ان قدیم سزاؤں کا نافذ العمل ہونا ممکن ہے؟ میرے (بوطی) خیال میں تو بہت سے اسلامی ممالک میں حدود کے نافذ نہ ہونے کا سبب بھی یہی ہے، اس لیے ضروری سمجھا کہ اس اہم عقدہ کو حل کیا

---

(1) مجرم کو اس کے جرم کی وجہ سے دوسرے ملک بھیج دینا تاکہ اُسے تکلیف ہو اور دوسرے لوگ بھی اس کے شر سے بچیں جلاوطنی کہلاتا ہے۔ قید کر کے جیل میں ڈالنا بھی جلاوطنی کی صورت ہے۔

(2) کسی گناہ پر بغرض تادیب جو سزا دی جاتی ہے اس کو تعزیر کہتے ہیں، تعزیر کی بعض صورتیں یہ ہیں۔ قید کرنا، کوڑے مارنا، کان مروڑنا، ڈانٹنا، سختی اور نفرت کے انداز میں مجرم کی طرف دیکھنا۔ (تبیین الحقائق، ج3، ص633)

جائے اور اس بارے میں غلط اوہام کو دور کیا جائے۔

اس موضوع پر تفصیل سے بات کرتے ہوئے درج ذیل تین امور پر بحث کی جائے گی:

پہلی بحث:

اسلامی سزائیں اور دور حاضر: مشکلات اور ان کی حقیقت

دوسری بحث:

اساسی مشکلات اور عقل ودانش کی میز

تیسری بحث:

شبہات کا آخری حل

پہلی بحث:

اسلامی سزائیں اور عصر حاضر: مشکلات اور ان کی حقیقت

اس موضوع پر تحقیق کرنے والے سمجھتے ہیں کہ اسلامی سزاؤں اور عصر حاضر کے درمیان مشکلات کے بہت سے پہلو ہیں، اور کئی ایک سبب ہیں، جبکہ میرے (بوطی) حساب سے ان تمام مشکلات کی جڑ اور اصل دو چیزیں ہیں بس، کوئی تیسری چیز نہیں۔

ذیل میں ہم ان دونوں اصلی اور اساسی مشکلات پر تفصیل سے کلام کریں گے:

پہلی مشکل:

حدود اسلامیہ جامد ہیں، چودہ صدیاں(1400) گزر گئیں، مختلف زمانہ آئے، الگ الگ طبیعتوں کے لوگ آئے اور چلے گئے لیکن ان حدود میں کوئی فرق نہیں آیا اور کچھ بھی تبدیل نہ ہوا، نہ شدت میں اضافہ اور نہ کچھ نرمی۔

جبکہ انسانی طبیعت قدیم سے دور بھاگتی ہے، اس کے مطابق ہر زمانہ میں حالات و واقعات رونما ہونے کی وجہ سے اچھے، مفید اور کارآمد اصول معلوم ہوتے ہیں، اور طبیعتاً انسان جدید کو ترجیح دیتا ہے کہ اس جدید میں قدیم صالح کے ساتھ ساتھ بعد میں دریافت ہونے والا جدید نافع بھی شامل ہوتا ہے۔

حقیقت:

ہمارا مشورہ ہے کہ آپ لوگ قانون دانوں کی ایک بہترین ٹیم منتخب کریں اور ان سب کے اتفاق رائے سے ایسا قانون تیار کریں جس میں مختلف زمانوں اور لوگوں کے مزاج کی رعایت کی گئی ہو پھر لوگوں کے سامنے اس نئے قانون کو یہ عنوان دے کر پیش کریں **"یہ قدیم قانون ہے، اسے گزرے ہوئے وقت میں تیار کیا گیا تھا"**۔

پھر اس کے بعد آپ (یعنی قدیم وجدید کی بحث شروع کرنے والے!) دیکھیں کیسے عصر جدید کے لوگ اس نئے قانون کو رد کرتے ہیں، اور نقص وعیب نکالنا شروع کرتے ہیں۔

مزید یہ کہ آج عرب ممالک میں جو شہری قانون نافذ العمل ہیں ان میں اکثر کی بنیاد اسلامی احکام پر ہے اور سب لوگ اسے بغیر چوں چرا اس کے قبول کر رہے ہیں، (پتا ہے کیوں؟) کہ ان قوانین پر وضع کرنے کی جو تاریخ ہے وہ جدید ہے اور لوگوں کے سامنے اس طور پر پیش کیے جا رہے ہیں کہ یہ جدید قوانین ہیں حالانکہ ان میں سے نصف یا اکثر احکام اسلامیہ احکام قدیمہ سے منتخب شدہ ہیں۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ قدیم و جدید کی نفسیاتی بحث وہ کر رہے ہیں جنہوں نے اپنی تمام تر کوششیں اوہامِ نفسی اور نفسیاتی خواہشات سے نجات پانے میں صرف کر رکھی ہیں، لیکن! ابھی تک اس میں کامیاب نہیں ہوئے اور ہوں گے بھی نہیں جب تک ضروری نسخہ استعمال نہ کریں جس کا بیان ہم (بوطی) آگے کریں گے۔

مقام افسوس ہے! اخلاقی اور تشریعی احکام کی بنیاد جدید و قدیم کا فلسفہ بنایا جا رہا ہے اور یہ بڑی تکلیف دہ حقیقت ہے کہ جدید و قدیم کی بحث فقط ایک نفسیاتی امر ہے، عقل کی میز پر اس کی کوئی حیثیت نہیں، جدت کے دیوانے ہمیں کہتے ہیں کہ اس نفسیاتی امر کو قبول کریں اور خالص عقل کی بنیاد پر بننے والے احکام کو چھوڑ دیں۔ (نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا)

یہ پہلا سبب تھا جس کی وجہ سے لوگ حدود شرعیہ کو چھوڑتے ہیں، حیرت ہے کہ لوگ کیسے ان قدیم احکام سے نفرت کرتے ہیں، حالانکہ تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ جب تک زانی کو کوڑے یا رجم کیا جاتا رہا، چور کے ہاتھ کاٹے جاتے اور شراب پینے والے کو کوڑے مارے جاتے رہے، معاشرہ سدھرا ہوا تھا اور ان قدیم احکامات کی بدولت معاشرے میں سکون و چین تھا۔[1]

---

(1) مطلب کہ قدیم سزائیں شرعی ہیں، معاشرے کے لیے نافع ہیں اور عقلی طور پر قبول ہیں،

دوسری مشکل:

دور جدید کی نظر میں تمام اسلامی حدود یا ان میں سے اکثر سخت دلی، بے رحمی اور حد درجہ سختی پر مشتمل ہیں، بہت سارے لوگوں کے خیال میں چور کے ہاتھ کاٹنا، زانی کو رجم کرنا جیسی سزائیں بیسویں (20) صدی میں اپنی قساوت اور سختی کی وجہ سے قبول نہیں کی جاسکتیں، آج کا انسان چاہتا ہے کہ معاشرے میں مجرم کے لیے بھی کوئی جگہ ہو اور اس کے ساتھ بھی کسی صورت میں نرمی برتی جائے بالکل بے رحم و کرم نہ چھوڑا جائے۔

حقیقت:

عجیب بات ہے کہ آج کے زمانے میں وہ باتیں بولی اور بطور مشورہ کہی جاتی ہیں جن پر کہنے والے خود عمل نہیں کرتے، ہر ایک آزادی کی صدا لگا رہا ہے لیکن! حقیقتاً جتنی فکری اور تحقیقی تنگی آج ہے اتنی کبھی نہ تھی، سب عدل و حق کی بات کرتے ہیں جب کہ جتنی ناانصافی اور ظلم کی داستانیں آج لکھی جارہی ہیں وہ تاتاریوں نے بھی کیا رقم کی ہوں گی، سب نے انسانیت اور نرمی کا جھنڈا اٹھایا ہوا ہے مگر! واقعتاً آج کے زمانے میں سب سے زیادہ انسانیت کا گلا گھونٹا جارہا ہے۔

یہ سب دیکھتے ہوئے بھی ایسے لوگ نظر آئیں گے جو جدید قوانین کے مقابلے میں اسلامی حدود کو قبول کرنے میں شش و پنج کا شکار ہوں گے اور ان کی طبیعتیں احکام شریعہ کو ماننے میں بوجھل ہو رہی ہوں گی۔

یہ دو سبب تھے، اور یہی دو ان تمام تر تناقضات کا مرجع ہیں جن کی وجہ سے لوگ حدود اسلامیہ سے نفرت کرتے ہیں اور انہیں پسند نہیں کرتے ہیں۔

دوسری بحث:

جبکہ جدید غیر شرعی، غیر نافع اور نفسیاتی ہیں۔

اساسی مشکلات اور عقل ودانش کی میز

پہلی بحث میں بیان کردہ اساسی مشکلات کا مصدر اور منبع کیا ہے؟ اور علمی نظر و فکر میں ان دونوں کی حیثیت کیا ہے اس کی تفصیل ذیل کے تین نکات میں دی جارہی ہے:

نکتہ اول: آخر معیار کیا؟

یہ بات یقینی ہے کہ ان دونوں اعتراضات کا مصدر فقط وسوسہ ہے، عقلی اور منطقی میز پر ان کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ قدیم سے فرار اور جدید سے پیار، ایک طبعی میلان کا اثر ہے، اگر اس دعوے کی تصدیق چاہیں اور علم نفسیات سے اس کے شواہد ڈھونڈیں تو وہاں آپ کو "رَدُّ الفعل الشرطی" کے عنوان سے تفصیل مل جائے گی، یعنی کہ علم نفسیات کے مطابق جب کسی انسان کو بعض قدیم معاملات کے برے نتائج حاصل ہوئے ہوں تو وہ یہ وہم کھائے گا کہ ہر قدیم شے میں ضرور نقصان و ہلاکت ہے، پھر آہستہ آہستہ یہ وہم اس کے دل و دماغ میں اپنی جگہ بناتا جائے گا اور ایک دن اس قدر پختہ ہوجائے گا کہ وہ ہر قدیم شے میں اپنے لیے خطرہ محسوس کرے گا، اس سے نفرت کرے گا اور دور بھاگے گا۔

اب جبکہ گمراہ کرنے والے لوگ اس وہمی قانون کے سہارے حق بات کو چھپانے میں پورا زور لگارہے ہیں تو کیا عقل و منطق عاقل انسان کو اجازت دے سکتی ہے کہ ان کے اس حربے کا شکار ہوجائے، اور عقل کے مقابلے میں وہمی بات کو ترجیح دی جائے اور بجائے اسلامی عقلی و منطقی اصولوں کے، خیالات اور اوہام پر اپنی زندگی کی عمارت قائم کی جائے۔ (ہرگز نہیں)

اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال گزرتا ہے کہ قدیم تو بے فائدہ ہے، اس کے مفید اثرات ختم ہوچکے ہیں تو کان کھول کر سن لے! انسانی عقل کا یہ فیصلہ ہے کہ **"قدیم و جدید دونوں کی قیمت واہمیت اپنے نتائج کے اعتبار سے ہے"**، کئی دفعہ دیکھنے میں آیا ہے

کہ جدید آراء بڑی تباہی کا سبب بنی ہیں جبکہ قدیم کے بارے میں تجربات شاہد ہیں کہ اس سے خیر و بھلائی کے ثمرات انسانیت کو حاصل ہوئے ہیں۔ بنیادی ضروریات زندگی کو ہی دیکھ لیجئے، ہوا، پانی، سورج، زمین، کھیت وغیرہ تمام بنیادی ضروریات زندگی جن سے ہماری زندگی کا چراغ روشن ہے ہمیشہ قدیم رہی ہیں، ان میں آج تک کسی بھی طرح کی تبدیلی نہیں آئی، تو کیا نفسیاتی خیالات کی پیروکاروں کے دل میں کبھی بھی ان سے نفرت اور دوری کا خیال آیا، اور ایک لمحے کے لیے بھی اپنی زندگی سے انہیں نکال پھینکنے کا تصور کیا؟ (ہرگز نہیں) (1)

آج کے دور میں تربیت و تعلیم کے نام سے ہر ایک کا مقصد انسانیت کو اوہام کے جال سے آزاد کرنا ہے، قید کی بندش سے رہا کر کے کھلی فضا میں لے جانا ہے، اس لیے یہ بات ذہن نشین رکھیے! دو عمارتیں ہیں، ایک کائنات دوسری انسانیت، دونوں ہی عمارتیں ایک دوسرے کے مقابل چیزوں پر قائم ہیں، کائنات کی عمارت میں کچھ چیزیں دائمی ہیں، ان میں تبدیلی نہیں، اور کچھ چیزیں متغیر ہیں، وقت و حالات کی وجہ سے ان میں فرق پڑتا رہتا ہے، ایسے ہی انسانیت کی عمارت میں بھی بعض چیزیں مستقل ہیں، اور بعض چیزیں زمانے کا اثر قبول کرتی ہیں۔

اسلامی سزاؤں کو تفصیل سے دیکھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ

---

(1) معلوم ہوا معیارِ قبول قدیم و جدید نہیں بلکہ مثبت نتائج و قدر قیمت ہے، چونکہ بنیادی ضروریات زندگی کی قدر و قیمت ہماری زندگی میں واضح ہے، اس لیے ان سے نفرت نہیں، تاریخ شاہد ہے کہ حدود اسلامیہ کے نتائج بھی انسانی معاشرے کی فلاح میں مسلّم ہیں، اس لیے اس سے فرار نہیں۔ اور جن لوگوں کو قدیم چیزوں سے چڑ ہے، اس لیے وہ حدود اسلامیہ کو پسند نہیں کرتے لیکن بنیادی ضروریات زندگی کو ناپسند نہیں کرتے ان کی مثال تو ایسی ہی ہے **"میٹھا میٹھا ہپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو تھو"۔**

قانون کا انطباق ان میں بھی ہے، بعض جرائم چونکہ ایسے تھے کہ جن میں زمانہ کی وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا، لوگوں کے احوال بدلنے کی وجہ سے ان میں کوئی تبدیلی نہیں آتی ان کی سزا ایک ہی رکھی گئی، انہیں حدود اسلامیہ کہتے ہیں، جبکہ بعض جرائم میں حالات اور حوادثات کا اثر ہوتا ہے، ان کی سزا متعین نہیں کی گئی، بلکہ انہیں قاضی کی صواب دید پر چھوڑا گیا کہ وہ حالات اور مصلحت کے پیشِ نظر سزا کا انتخاب کرے، انہیں تعزیرات اسلامیہ کہا جاتا ہے۔

نکتہ دوم: طعن کرنے والے کہاں کھڑے ہیں؟

دوسرے نقطے کا تعلق دونوں قسم کے اعتراضات سے ہے، اس نقطے میں جہاں قدیم وجدید کے فریب سے پردہ ہٹایا جائے گا وہیں حدود اسلامیہ کی قساوت کے مغالطے کا بھی جواب دیا جائے گا۔

سزا ضروری ہے:

تفصیل کچھ یوں ہے کہ کچھ لوگ پسند کرتے ہیں کہ معاشرے میں سرے سے سزائیں ہوں ہی نا، اور کسی سے بھی اس کے کچھ کرنے یا نہ کرنے پر کوئی باز پرس نہ ہو، لیکن اس طرح معاشرے کا نظام نہیں چل سکے گا، اسی واسطے سب اس بات پر متفق ہیں کہ اجتماعی نظام کے لیے سزائیں لازمی ہیں، ہاں! اتنا ضرور ہے کہ سزاؤں کی مقدار میں مختلف نظریات ہو سکتے ہیں۔ نیز یہ بات بھی طے ہے ہر سزا میں تکلیف اور درد ہوتا ہے، سختی اور اذیت کا احساس دلائے بغیر کوئی سزا کیسے سزا قرار دی جاسکتی ہے۔

جب یہاں تک سب مانتے ہیں تو ہم آپ سے سوال کرتے ہیں بتائیے! وہ کونسا پیمانہ ہے جس سے سزا کی شدت اور وحشت کو تولا جاتا ہے؟

وہ کونسی حد ہے جہاں آکر یہ پیمانہ بیٹھ جاتا ہے کہ مختلف سزاؤں میں سے اتنی سزا کافی ہے؟

سزا جرم کی عکاس ہوتی ہے:

یہ بات واضح ہے کہ سزا کی اپنی کوئی ذاتی حیثیت نہیں، یہ تو صرف اور صرف جرم کی عکاس ہے، اس سے جرم کی شدت اور نرمی کی نمائندگی ہوتی ہے، کسی بھی سزا کو جرم سے قطع نظر کرکے ذاتی حیثیت سے دیکھنا انتہا درجہ کی جہالت ہے اور عقوبات کے نظام سے کورے ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

اس بات کو مثال سے سمجھئے کہ کئی دفعہ ایک لفظ ہمارے ہاں معیوب نہیں سمجھا جاتا لیکن وہی لفظ کسی دوسری جگہ موت کے گھاٹ اترنے کا ذریعہ بن جاتا ہے، کبھی کبھار کوئی کام ہمارے معاشرے میں انتہاء درجے کا معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن وہیں دوسری جگہ کوئی اسے برا تک خیال نہیں کرتا۔ قدیم رومیوں کے ہاں رواج تھا کہ وہ بچے کو پیدا ہوتے ہی پانی اور نبیذ وغیرہ میں غوطے دیتے یہاں تک بچہ جب اس کی تاب نہ لا سکتا تو مر جاتا اور کوئی بھی اس کی موت پر افسوس تک نہ کرتا، لیکن یہی عمل اگر آج کوئی کرے تو اس کی اپنی جان پر بن آئے گی۔

فلسفہ حیات، قصر سزا کا ستون ہے:

یہ بات بالکل بھی تعجب خیز نہیں مختلف لوگوں اور مختلف زمانوں میں عقوبات جدا جدا ہوا کرتی ہیں، کیونکہ سب جانتے ہیں کہ کسی بھی طرح کے لوگ ہوں وہ اپنی حیات اور معاشرتی نظام کے فلسفہ کی بنیاد پر سزاؤں کو مشروع کرتے ہیں، اور اسی فلسفہ حیات کی حفاظت کرتے ہوئے عقوبات قائم رہتی ہیں جبکہ جن عقوبات میں ایسی جامعیت نہیں ہوتی وہ کسی درجہ لائق التفات نہیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا جب بھی کسی قوم کی سزا اور عقوبات کے جملہ امور پر بات ہوگی تو ضروری طور پر ان کے فلسفہ حیات کو بھی جاننا ہوگا بغیر اسے جانے سزاؤں پر کسی طرح کی بحث و گفتگو نہیں ہو سکتی۔

یہ وہ کھلی حقیقت ہے جسے آزاد اور سالم دانش مند آنکھیں بند ہوتے ہوئے بھی دیکھ

سکتے ہیں لیکن اسلام مخالف کسی بھی صورت اس کو قبول کرنے والے نہیں اس لیے وہ اپنے آپ کو ایسے مقام پر اس انگھیارے کی طرح پیش کرتے ہیں جو سورج کی روشنی کا انکار کرکے کالی کوٹھی میں قید ہو گیا ہو۔

یہ لوگ مصالح اور حکمتوں کے سائبان میں کسی بھی مملکت کے شدید سے شدید تر اقدام کو مسکراتے ہوئے قبول کر لیتے ہیں بلکہ ان کی طرف سے پوری طرفداری کرنے میں بھی گریز نہیں کرتے لیکن وہیں مملکت اسلامیہ چور کے ہاتھ کاٹے، زانی کے قتل کا حکم دے تو اس پر انگلیاں اٹھاتے ہیں، وہاں پر مملکت اسلامیہ کی کسی بھی مصلحت کو ماننے پر تیار نہیں ہوتے، حالانکہ یہاں پر مصلحتیں حقیقی طور پر موجود ہوتی ہیں، مثال کے طور پر "زنا" اس میں نسل کی حفاظت ہے، یونہی جس ہاتھ کو چوری کی لت پڑ جائے پھر اس سے کسی کا مال محفوظ نہیں رہتا، یہ جرثومہ پھر سب کے مال و دولت میں اثر انداز ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ اسلام اس بات کو سمجھتا ہے کہ چوری ایک ایسا دلدل ہے جس میں پڑنے والے ہاتھ سالم واپس نہیں آسکتے، اگر اس کو کاٹ کر جان نہ چھڑائی تو آہستہ آہستہ یہ دلدل پوری جان کو نگل جائے گا پھر اس وقت کسی عالم کی نصیحت کام آئے گا نہ کسی حکیم کی دانائی اور نہ ہی کسی طبیب کی دوائی۔ لہٰذا **چور کے ساتھ نرمی برتنا بہت بڑے نقصان کا خود استقبال کرنے کے مترادف ہے۔**

سب باتوں کی آخری بات یہ ہے کہ جو کوئی حدود اسلامیہ پر تنقید کرنے کا متمنی ہے وہ اس طریقہ کار کو اپناتے ہوئے ابتداء سے کام شروع کرے، ڈائریکٹ اوپر سے کلام نہ کرے، پھر جو نتیجہ آئے بھلے اس پر تنقید کرے یا سخت و قساوت جیسی صفات سے تعبیر کرے۔

نقطہ سوم: حدود اسلامیہ کی قساوت

اس نقطے کا تعلق پچھلی دونوں ابحاث سے ہے، ہمارا مدعا یہ ہے کہ اسلامی حدود پر قساوت وشدت کا دعویٰ سطحی ہے بلکہ حدود کے پورے نظام سے جہالت ہے۔ شریعت اسلامیہ اور اس کے نظام کو پڑھنے والا بخوبی جانتا ہے کہ حدودِ اسلامیہ میں سختی اور شدت صرف ڈرانے اور دھمکانے کی حد تک ہے، جو کہ ایک بہترین تربیتی اسلوب ہے، اس کے نتائج دیگر اسالیب سے زیادہ معنی خیز ہیں، بدلہ لینے اور مجرم کا علاج کرنے سے زیادہ پر اثر یہ ظاہری قساوت ہے، یقیناً صالح معاشرے کے لیے یہ بڑا بنیادی تربیتی عنصر ہے۔

عقوبات اسلامیہ کے تربیتی مقاصد:

لوگوں کے رویے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کی عقوبات سے جو تربیتی مقاصد ہیں ہے وہ ابھی تک مخفی ہیں، سب کے سامنے واضح نہیں ہیں، جبکہ اسلامی نظام لانے اور اعتراضات کی بیخ کنی کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی حقیقت اور جامعیت کو بیان کیا جائے، ولہذا ذیل میں اس حوالے سے چار اہم امور بیان کیے جا رہے ہیں:

(1) رجم

بلا شبہ یہ ایک خوفناک اور ہیبت ناک سزا ہے، لیکن یہ سزا تب ملے گی جب دو شرطیں پائی جائیں گی:

- صریح اور قطعی اعترافِ جرم
- چار گواہوں کی گواہی، جنہوں نے یہ فعل ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور ان کی گواہی میں اختلاف نہ پایا جائے۔

اعتراف جرم: یہ اتنا آسان نہیں بلکہ شاذ و نادر ہے، پھر بھی اگر کوئی اقرار کر لیتا ہے تو قاضی کی ذمہ داری ہے کہ صریح اقرار سے پہلے اسے روکے، سمجھائے اور توبہ کی

نصیحت کرے۔[1]

گواہی: اس کی تفصیل جاننے سے پتا چلتا ہے کہ شہادت کی تین چوتھائی حصہ تو شاہدین کو گواہی سے باز رکھنے اور مجرم کو حد زنا سے بچانے پر مشتمل ہے، یوں کہ جب تک گواہوں کی تعداد پوری نہ ہو سب کے سب حدِ قذف کے حقدار بنیں گے اور مجرم کو سزا دلانے کے بجائے خود سزا کے مستحق ہو جائیں گے، ہاں! جب گواہوں کی تعداد مکمل ہو جائے گی تو اب مجرم سزاوار ٹھہرے گا،

مگر! سزا کا مدار صرف زنا نہیں جیسا کہ لوگوں کا عام خیال ہے بلکہ معاشرے کو گدلا کرنا اصل سبب ہے، اور مجرم زنا کر کے اس حرکت کا مرتکب ہوا ہے، کیونکہ اس نے اعلانیہ طور پر زنا کیا کہ چار ثقہ اور معتبر گواہوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا، اس نے سرِ عام معاشرے کے ماحول اور انسانی کرامت کو ذلیل کیا ہے، اس کی اس حرکت کا

---

(1) حدیث ماعز اسلمی میں اس کا عملی طریقہ موجود ہے، دیکھیں کیسے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حد سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں، حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے مجھ سے زنا سرزد ہو گیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک فرمادیں (یعنی حد جاری فرمادیں)۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو واپس بھیج دیا، جب دوسرا دن ہوا تو پھر حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! مجھ سے زنا سرزد ہو گیا ہے۔ آپ نے دوبارہ واپس کر دیا، جب تیسرے دن انہوں نے ایسا کیا تو نبی پاک نے انہیں حکم سنایا اور پھر رجم کیا گیا۔

(مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، ص932، حدیث: 1695)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ قاضی مجرم کو یہ تلقین کرے کہ شاید تونے بوسہ لیا ہو گا یا چھوا ہو گا یا شبہہ کے ساتھ وطی کی ہو گی یا تونے اس سے نکاح کیا ہو گا۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الزنا، ج2، ص144) ہاں! اگر ایک بار کسی بھی طریقے سے جرم کا ثبوت ہو جائے تو پھر قاضی کے لیے سزا نافذ کرنا ضروری ہے، اب معاف کرنے کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں۔

انجام یہ ہوگا کہ گھاس میں لگی آگ کی طرح زنا کی وبا پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

جب اس قدر پیچیدہ مراحل سے گزرنے کے بعد جرم ثابت ہوگا تو یقیناً اس کی سزا ایسی ہونی چاہئے جسے سن کر لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور اس کا خیال آنے سے بھی کوسوں دور بھاگیں۔[1]

(2) شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں

شریعت اسلامیہ میں بالکل واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں، یہ ایک فقہی قاعدہ ہے، اس پر جمہور ائمہ و فقہا کا اتفاق ہے، اس قاعدہ کی اصل حدیث مبارکہ ہے جو مختلف الفاظ سے موقوفا اور مرفوعا روایت ہے،

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: اِدْرَءُوا الحُدُودَ عَنِ

---

(1) جسٹس (ر) مفتی شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زنا عام طور پر خفیہ طریقوں سے ہوتا ہے لہٰذا اس پر گرفت مشکل ہوتی ہے اور بہت ہی کم مواقع ایسے ہوتے ہیں جن میں شرعی شہادتیں میسر ہوں یا مجرم رضاکارانہ اعترافِ جرم Confession کر لے۔ ایسی صورت میں اگر سزا معمولی رکھی جائے تو بدکاری کے خاتمہ یا کمی کا امکان نہیں۔ اس لیے شرع نے اس کی سزا خوفناک رکھی۔ جس کا امکان ہی بدکاری کے حوصلے پست کر کے رکھ دے۔

زنا کے نقصانات بہت خوفناک اور بھیانک ہیں، اس لیے اسلام نے اس کی سزا بھی زائد رکھی ہے اور اسی چیز کا نام عدل ہے۔ رجم کے ناقدین ایک شخص کی تکلیف تو دیکھتے ہیں مگر پورے انسانی معاشرہ پر اس مجرم نے جو مصائب لاد دیئے ان سے صرف نظر کرتے ہیں۔ اگر زنا کے مجرم کو سزا سے ضرر اور نقصان پہنچ رہا ہے تو اس سے حاصل ہونے والے اجتماعی فوائد بہت زائد ہیں۔ اس سزا سے بہت سی جانیں محفوظ ہو جائیں گی، بہت سی عزتوں کو تحفظ ملے گا، بہت سے خاندان پروان چڑھیں گے اور پوری کی پوری قوم بہترین اخلاق و آداب سے مزین ہو جائے گی۔

(عدالت اسلامیہ، حدود اسلامیہ اخلاقی نقطہ نگاہ سے)

الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنْ كَانَ لَهُ مَخْرَجٌ فَخَلُّوا سَبِيلَهُ، فَإِنَّ الإِمَامَ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعُقُوبَةِ.

ترجمہ: مسلمانوں سے شبہات کی بنیاد پر حدود کو ساقط کردو، اگر کوئی بچت کی صورت ہو تو اس پر عمل کرو، قاضی کا معاف کرنے میں غلطی کرنا یہ سزا دیکر غلطی کرنے سے بہتر ہے۔[1]

اگرچہ اس حدیث کی بعض سندوں میں کلام ہے، تاہم! یہ مقبول حدیث ہے، زمانۂ صحابہ سے لوگ اس پر عمل کررہے ہیں، بہر حال اس حدیث کا مضمون اور حاصل درجۂ یقین تک پہنچا ہوا ہے۔

اس حدیث اور فقہی قاعدہ کا معنیٰ یہ ہیں کہ حد قائم کرنے میں اگر کسی بھی شرط میں کمی کی وجہ سے ادنیٰ سا بھی احتمال وشک پایا جائے خواہ وہ مجرم سے متعلق ہو یا جرم کی جگہ سے متعلق ہو تو حد ساقط ہو جائے گی، اور حاکم پر لازم ہو گا کہ حسب حال کسی تعزیری سزا کو نافذ کرے۔

غور کریں تو بے شمار احتمالات سامنے آتے ہیں، زمانہ صحابہ، تابعین اور فقہا کے فتاویٰ میں بہت سارے ایسے واقعات اور تفریعات پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ابن قیم کی روایت ہے:

حضرت عمر بن خطاب کی عدالت میں ایک عورت لائی گئی جس پر زنا کی تہمت تھی، آپ نے عورت سے زنا کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو اس نے اقرار کیا، پھر اقرار کو دہرایا اور کسی شبہ کو باقی نہ رکھا، یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے: اس عورت کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کو یہ پتا ہی نہیں کہ زنا حرام ہے، پھر اس عورت کو حد نہ لگائی گئی۔[2]

---

(1) سنن الترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی درء الحدود، الحدیث:1429، ج3، ص115

(2) مُصنف عبد الرزاق ، باب لا حد الا علی من علمه، ج7ص404، حدیث:13645۔ مصنف اور دیگر کتب حدیث میں یہ روایت قدر تبدیلی کے ساتھ مروی ہے۔

یونہی ایک دوسرا قصہ ہے، ایک عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں زنا کا اقرار کیا، آپ نے جب اس پر حد جاری کرنا چاہی تو حضرت علی کہنے لگے: ممکن ہے اس کی کوئی مجبوری ہو، جس کی وجہ سے یہ کام کیا ہے، پھر اس عورت سے سوال کرتے ہوئے بولے: تم نے زنا کیوں کیا، ایسی کیا مجبوری تھی؟

وہ جواباً کہنے لگی: میرا ایک پڑوسی تھا، اس کے پاس پانی اور دودھ تھا جبکہ میرے پاس دونوں چیزیں نہیں تھیں، مجھے پیاس لگی تو میں نے اس سے سوال کیا، اس نے انکار کیا، اور اس شرط پر راضی ہوا کہ میں اس کے ساتھ برا فعل کروں، میں نے جواب دے دیا، تین بار ایسا ہوا اور وہ ہر بار یہی کہتا، یہاں تک میری مرنے کی حالت ہوگئی، اور مجھے یقین ہوگیا کہ اب اگر کچھ نہ ملا تو مر جاؤں گی، تو میں نے اس کی بات مان لی پھر جو ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔

یہ سن کر حضرت علی نے خوشی سے کہا: اللہ اکبر، پھر آیت پڑھی:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

اس حدیث اور فقہی قاعدے کے پیش نظر جمہور فقہا، شوافع، احناف اور حنابلہ سب کہتے ہیں کہ چور پر حد نہیں ہوگی، اگر وہ اپنی شریک کا مال چرائے، اپنے اصول اور فروع کے مال سے چوری کرے، میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کا مال اٹھائے، بیت المال سے اٹھائے جبکہ وہ بھی اس مال میں سے حقدار ہو، مہنگائی یا قحط کے دنوں میں چرائے وغیرہ۔[2]

---

(1) مصنف عبد الرزاق، باب الحد في الضرورة، ج7، ص407، حدیث: 13654، پ2، البقرة:173

(2) علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے شرح صحیح مسلم میں پینتالیس (45) ایسی صورتیں لکھی ہیں جن میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خمس کے مال میں ایک غلام تھا، جس نے خمس کے مال سے ہی چوری کی، پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عدالت میں پیش ہوا تو آپ نے حد جاری نہ کی اور اس کے ہاتھ نہ کاٹے، بلکہ فرمایا: اللہ کا مال تھا، بعض نے بعض اٹھالیا۔(1)

یونہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں حضرت عمر سے سوال کیا جو بیت المال سے چوری کرے، تو آپ نے جواب دیا، اس پر حد نہیں، یہ مال سب میں برابر ہے، سب اس کے حقدار ہیں۔(2)

بلکہ امام شافعی نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ چور اگر چوری والے مال پر مالک ہونے کا دعوی کرے، اور حاکم کو لگے کہ شاید یہ اپنے دعوے میں سچا ہے، تو پھر بھی حد ساقط ہو جائے گی۔

(3) حد کے لیے مطالبہ شرط ہے

یہ بات ذہن نشین رہے کہ قصاص اور قذف میں حد تبھی لازم ہو گی جب دوسری جانب سے اس کا مطالبہ ہو گا، یعنی جس پر تہمت لگائی گئی، اور قتل کیے جانے والے کے ولی جب تک مطالبہ نہیں کرتے حد جاری نہیں ہو گی، بلکہ جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ اگر معاف کر دے تو قذف کی حد ہی ختم ہو جائے گی، بہت سارے ائمہ کا یہی مذہب ہے جیسا شوافع، حنابلہ اور امام ابو ثور۔

اور اگر مقتول کے اولیا معاف کر دیں اور قصاص کا مطالبہ نہ کریں تو قصاص ساقط ہو جائے گا، ہاں! اگر وہ اس کے بدلے دیت چاہیں تو وہ لازم ہو گی، ایسی صورت میں اب مجرم پر حسب حال تعزیر ہو گی، حد جاری نہیں ہو گی۔

چلیں! فرض کر لیا کہ ان جرائم کی سزائیں سخت ہیں لیکن ان کی ساری سختی حقدار

(شرح صحیح مسلم، باب حد السرقة و نصابها، ج 4، ص 743 تا 745)

(1) سنن ابن ماجه، باب العبد يسرق، ج 2، ص 864، حديث: 2590

(2) مرقاة المفاتيح، باب قطع السرقة، ج 6، ص 2360، تحت الحديث: 3601

کے ایک لفظ بولنے سے ختم، بھلا اسے بھی سختی کہتے ہیں، اور آپ کو تو معلوم ہو گا کہ اسلامی عدالت کے آداب میں یہ بات درج ہے کہ قاضی ہر ممکنہ کوشش کرے اور حد سے بچائے۔

(4) مرتد کی سزا:

دین اسلام میں مرتد کی سزا، قتل ہے، ایسے ہی وہ جو نماز چھوڑنے کا عادی مجرم ہو، اس کی بھی یہی سزا ہے، لیکن مرتد چاہے تو بآسانی اس سزا سے خود کو بچا سکتا ہے، اور قتل کی سزا سے رہا ہو سکتا ہے، بس! اعلانیہ توبہ کرے اور اپنے ارتداد سے بیزاری ظاہر کرتے ہوئے، حق کی طرف لوٹ آئے۔

ہاں! اگر یہ انکار کرتا ہے، ترغیب و ترہیب کو قبول نہیں کرتا، اور اللہ پاک کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتا تو خود ہی ظالم ٹھہرا، اپنے آپ پر بڑا ظلم کرنے والا ثابت ہوا، جب یہ حق کلمہ نہیں کہتا، تکبر کرتا ہے، عناد کرتا ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ سزا کو ہلکا جانتا ہے، اس کی نظر میں ان سزاؤں کی کوئی اہمیت نہیں ہے تبھی اس طرح کا ردِ عمل کر رہا ہے، لہٰذا اب یہ بھی رحمت و شفقت کا حقدار نہیں ہے، **ایسے شخص کے لیے کوئی رحم نہیں جو اپنی جان پر خود رحم نہ کھاتا ہو۔**

حد ساقط ہونے کے بعد:

مذکور تفصیل میں یہ بتایا گیا کہ شبہات کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے، لہٰذا حد ساقط ہونے کے بعد اب مجرم سے دو اور چیزوں کا مطالبہ ہو گا۔

(1) حقوق کی برابری: مطلب کہ اگر ایسا جرم ہے کہ جس میں برابری کرنا بنتی ہے، جیسا کہ چوری، ڈاکہ زنی تو ایسی صورت میں برابری کی جائے گی، لہٰذا چور نے جو مال چوری کیا ہے، بعینہ وہی، یا اس جیسا یا پھر اتنی قیمت کا تاوان ادا کرے گا، یہ حکم سب کے لیے ہے اگرچہ چوری کرنے والا نابالغ ہی کیوں نہ ہو۔

(2) تعزیر: جب کسی شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو گئی تو مجرم پر تعزیر کی سزا جاری ہو گی، تعزیر کی سزا شریعت کی طرف سے متعین نہیں ہے، اس کی نوعیت اور کیفیت اور

مقدار کا اختیار شریعت نے قاضی اسلام کو دیا ہے، وہ حالت اور شخصیت کے اعتبار سے حسب مصلحت سزا کا انتخاب کرے۔

قارئین! یہ ہے اس دعوے کی حقیقت کہ حدود اسلامیہ سخت ہیں، یقیناً یہ بہت بڑی تہمت ہے، کئی ایسے لوگ ہیں جو ایسی تہمت لگاتے ہیں تا کہ یہ امت مقام فضیلت پر فائز نہ ہو جائے اور مغرب و مشرق کی تعفن زدہ ہوائیں ختم نہ ہو جائیں یا کم نہ ہو جائیں۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ لوگوں کو عقلی دنیا سے نکال کر فرضیات کے جہاں میں یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ حدود اسلامیہ سخت ہیں، انہیں یہ ہرگز سوچنے کا موقع نہیں دیا جارہا کہ حدود اسلامیہ نافذ ہو جائیں تو معاشرے میں کیسا سکون ہو گا، اور ظلم و ستم کی چکی میں پسی ہوئی انسانیت سکھ کا سانس لینے میں کامیاب ہو جائے گی۔

حیرت بالائے حیرت تو اس بات پر ہے کہ یہ لوگ حدود اسلامیہ کے بارے میں کہتے ہیں وہ سخت ہیں، اور اپنے متعلق ظاہر کرتے ہیں کہ ہم تو اس مقابلے میں بڑے رحمدل ہیں، لیکن کوئی ان سے پوچھے تمہاری رحمدلی، شفقت اس وقت کہاں چلی جاتی ہے جب معاشرے میں تباہی مچائی جارہی ہوتی ہے، ہر طرف مجرم کھلے عام گھوم رہے ہوتے ہیں، اپنی عزت بنانے اور مال حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو بے دریغ قتل کیا جارہا ہوتا ہے، رات کے اندھیرے میں تاریکی کی داستانیں رقم کی جارہی ہوتی ہیں۔

ایسے سب کام ہوتے ہوئے تمہاری رحمت کہاں رخصت ہو جاتی ہے، اگر شریعت اسلامیہ قدم اٹھائے اور معاشرے کو ان وحشیوں سے نجات دلانے کے لیے کاروائی کرے تو منہ اٹھا کر آجاتے ہو، سختی کے طعنے دیتے ہو اور خود کو بڑے رحمدل بتاتے ہو۔![1]

---

(1) اسی طرح کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جسٹس (ر) مفتی شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک ایسے دور میں جب انسانیت کے قتل کے لیے طرح طرح کے موذی ہتھیار بنا لیے گئے ہیں، جن کے عظیم الشان مظاہرے ویت نام، فلسطین، لبنان، افغانستان، عراق وایران میں ہوئے اور ہو رہے ہیں اور جن پر خداوندان تہذیب بڑے مطمئن نظر آتے ہیں تو سنگسار کرکے ایک مجرم کو سزا دینے پر آخر کیوں اعتراض ہے؟ زانیوں اور چوروں کے ان حامیوں کی اخلاقی حس moral

اس بحث کے آخر میں واضح کرتا چلوں کہ شریعت اسلامیہ میں جرم کرنے والوں اور فرماں برداروں کے بارے میں فیصلہ مخصوص سوالات پر منحصر نہیں، اور نہ ہی غلطی کرنے پر فوراً سزا دینے کی ہدایات ہیں، بلکہ شریعت کا منشا معاشرے میں عدل فراہم کرنا ہے، اگرچہ اس کے لیے کتنے ہی سوالات کرنے پڑیں اور کتنی ہی پس پردہ معاملے کی چھان بین کرنی پڑے، اس بات کی واضح دلیل یہ قاعدہ ہے، حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں۔

تیسری بحث:

شبہات کا آخری حل

(شیخ بوطی فرماتے ہیں) میرا نہیں خیال کہ مذکورہ تفصیل سے اس بات کو قبول کر لیا جائے گا کہ حدود اسلامیہ اور عصر حاضر میں موافقت ممکن ہے، اور آج بھی انہیں نافذ کرنا سود مند ہو گا۔

وجہ ظاہر ہے کہ مذکورہ باتیں عقلی ہیں، اور عقلی میز پر یقیناً مقبول ہیں، لیکن وہی دماغوں کو تبدیل کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں، جن لوگوں کے دلوں میں یہ بات رچ بس گئی ہے کہ قدیم قابل التفات ہے ہی نہیں، اگرچہ اس کے کتنے ہی فائدے اور فضائل ہوں، بہر صورت جدید ہی کو اختیار کرنا ہے، اسی کی طرف دوڑنا ہے اور قدیم سے چھٹکارا پانا ہے، ایسے لوگوں کی سوچ تبدیل کرنے کے لیے یہ مذکورہ عقلی باتیں کافی نہیں ہیں۔

آخری حل: ہاں! ایک طریقہ ہے، اس کے ذریعے سے یہ مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے

---

sense کو آخر اس وقت کیا ہو جاتا ہے جب یہ ننگے بھوکے بے گھر لوگوں پر نیپام بم برساتے ہیں اور میدان جنگ میں نہیں، نہتے شہریوں کے صحنوں میں مقتولین کے اعضاء بکھرے پڑے ہوتے ہیں۔ اس وقت ہیومنزم (Humanism) کے دعوے داروں کو کیا ہو جاتا ہے۔ اگر حدود اللہ کے ناقدین کے ضمیر اپنے ان وحشیانہ افعال پر عقل و دانش اور وحی و الہام کی سند کے بغیر مطمئن ہیں تو ہمارے ضمیر اللہ کے حکم کی بجا آوری پر مطمئن ہیں۔ (عدالت اسلامیہ، حدود اسلامیہ اخلاقی نقطہ نگاہ سے)

اور یہ وہم کہ آج کے دور میں حدود اسلامیہ کافی نہیں ہیں اس کی مدد سے اس وہم کا علاج کیا جاسکتا ہے۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو ہمیں ماضی کے دھندلکوں میں لے جانا ہوگا، 13 سال تک کے مکی دور میں دین اسلام جن اساسی عقائد سے ایمان کے پیاسوں کو سیر اب کرتا رہا وہی جام انہیں بھی پلانا ہوگا، انہیں صاف لفظوں میں بتانا ہوگا کہ شریعت اسلامیہ (حدود بھی جن کا ایک حصہ ہیں) نہ عرب کا قانون ہے، نہ عجمی دیوان ہے اور نہ ہی کسی اور کا ایجاد کردہ ہے، بلکہ یہ اللہ پاک کا حکم ہے بس،

یہ سارے احکام شریعہ وحی کی صورت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دل پر اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں، تاکہ آپ یہ احکام لوگوں تک پہنچائیں، اور انہیں عمل کرنے پر ابھاریں۔

ہماری اطلاع کے مطابق یہاں تک تو کئی ایک منکرین حدود اسلامیہ مانتے ہیں، کیونکہ وہ خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں، اگرچہ حقیقت میں وہ مسلمان نہیں، ایک طرف خود کو مسلمان کہتے اور لکھتے ہیں، دوسری طرف بانگ دہل بولتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ آج کے زمانے میں نافذ العمل نہیں ہوسکتی۔

ہاں ہاں! ایسے لوگ پائے جاتے ہیں، میرے سامنے بھی ایک مرتبہ اس طرح ہوا کہ ایک علمی مجلس تھی، ایک صاحب اس بات کا رد کرنے میں لگے ہوئے تھے کہ ہر صورت میں شریعت اسلامیہ کا حکم درست ہے اور قبول ہے، لیکن بعد میں انہوں نے ظاہر کیا کہ وہ خود مسلمان ہیں، اور انہوں نے اس مسئلہ پر اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ بھی بحث مباحثہ کیا ہے۔

یہ ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہوشیار رہیں اور اس طرح کے اسلام و مسلمانوں سے خبردار رہیں، آج کے دور میں اس طرح کے لوگ ہماری صفوں میں شامل ہوگئے ہیں، مجھے یقین ہے کہ احکام شریعہ چاہے حدود ہوں یا کچھ اور، اسلامی معاشرے میں ایسے ہی ان پر عمل ہورہا ہے، اس مرض کے شکار لوگوں کی اصلاح کی طرف کوئی توجہ

نہیں ہے، یہ ایسے ہی کہ بنجر زمین کی خبر لیے اور اصلاح کیے بغیر اس پر فصل کے لیے بیج ڈالے جائیں،

ایک مرتبہ میں (بوطی) پھر کہتا ہوں: مسلمانوں کے بغیر اسلام نافذ العمل نہیں ہو گا۔

یہ ایک حقیقت ہے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ حدود اسلامیہ یا دیگر اسلامی احکام نافذ ہوں، ہمارے قانون کا حصہ بنیں، تو ہمیں اسلام کے اساسی قواعد کے لیے کوشش کرنا ہو گی۔

اگر اسلام کا حقیقی چہرا نہ دکھایا، اللہ و رسول کی محبت کا چراغ نہ جلایا، آخرت کا خوف دل میں نہ بٹھایا، اور کوشش کرنے لگے حدود اسلامیہ کے نافذ کرنے میں، کہ اس ایک قانون کی مدد سے سارا معاشرہ اسلامی بن جائے گا، تو میں سمجھتا ہوں اس کی مثال ایسی ہی ہو گی کہ ایک تاجر اپنی دکان کو اندر سے خالی کر دے، سارے مال و سامان سے بے نیاز ہو کر دکان کی ظاہری رنگ روپ کرنے میں مصروف ہو جائے اور نفع کا انتظار کرنے لگے، اگر خالی دکان والے کو ظاہری خوبصورتی سے نفع ہوا تو آپ کی کوشش بھی رنگ لائے گی۔ (لیکن! ایسا ہوتا نہیں ہے)

سب باتوں کی آخری بات یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کو لوگ تبھی قبول کریں گے، اس پر عمل کرنے میں کامیابی تبھی سمجھیں گے، جب وہ اللہ رب العالمین کے سامنے جھکیں گے، جب اس بات پر یقین کر لیں گے کہ ہم اس کے بندے اور نوکر ہیں، اس کی بارگاہ سے کہیں کوئی جائے فرار نہیں، بالآخر اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

یقین کے اس درجہ تک پہنچنے کے لیے دل کو پاک کرنا ہو گا، دنیوی میل سے اسے ستھرا رکھنا ہو گا، اپنے رب سے تعلق مضبوط کرنا ہو گا، یہ ہے دعوت اسلام، یہ ہے وہ نیکی کی دعوت، جس کا اللہ کریم نے اپنے ماننے والوں کو پابند کیا ہے، ماضی کے سنہرے دور میں شریعت اسی دعوت اسلام کے ستون پر کھڑی تھی اور وہ بڑا ہی مبارک دور تھا۔

تمت بالخیر

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت و تقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے